امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- عشق ومحبت کا سفر
- موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داریاں
- دلت سماج کے ساتھ ناروا سلوک
- شادی کا فلسفہ اور مقصد
- اسلام کا ذوق علم اور نئی نسل......
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۵/ جون ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 21

بین السطور

حضرت فاطمہؓ کی شادی - آسان نکاح کا عملی نمونہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں، ان میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں، جن کی شادی مکہ میں حضرت خدیجہؓ کے خالہ کے لڑکے ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی، دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ اور تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا، ان شادیوں کے جو تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان صاحبزادیوں کو نکاح کے بعد ان کے شوہروں کے گھر پہنچا دیا گیا، کسی بھی حدیث اور سیر وتاریخ کی کتاب سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپؐ نے ان صاحبزادیوں کو کچھ جہیز کے طور پر دیا۔

حضرت فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں، جب آپ کچھ بڑی ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، آپ فداہ ابی وامی نے کم عمری کا عذر کیا اور بات ختم ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؓ شرماتے ہوئے در اقدس پر حاضر ہوئے اور جھجکتے ہوئے اپنا پیغام دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۳/۳۴۵)

حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے لڑکا تھے، عمر میں کم وبیش حضرت فاطمہؓ سے چھ سال بڑے تھے، رہنے سہنے کا انتظام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی اور سرپرست تھے۔ (الاستیعاب ج۱ص۳۸، سیرت النبیؐ ج۲ص ۳۶۷، سیرت سرور عالم ۲/۱۲۰)

حضرت علیؓ کے اس پیغام کا تذکرہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کیا، جب وہ شرم کی وجہ سے خاموش رہ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے اس رشتہ کو قبول کرلیا اور حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس فاطمہؓ کو دینے کے لیے کچھ ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: جنگ بدر میں جو زرہ ہاتھ آئی تھی، وہ ہے، اور ایک گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑا تمہارے کام کا ہے، البتہ زرہ بیچ دو، چنانچہ یہ زرہ چار سو اسّی درہم میں حضرت عثمان غنیؓ نے خرید لیا، حضرت علیؓ وہ رقم لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی میں سے کچھ رقم حضرت بلالؓ کو دیا کہ وہ خوشبو خرید کر لائیں۔ (زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ۲/۴۱۳) اور بقیہ رقم حضرت انس کی والدہ ام سلیمؓ کو دیا کہ وہ حضرت سیدہؓ کی رخصتی کا انتظام کریں۔ (تواریخ حبیب الہ ص۳۴) خادم خاص حضرت انسؓ کو حکم ہوا کہ جاکر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور انصاری صحابہ کی ایک جماعت کو بلالاؤ، یہ سب لوگ حاضر ہوگئے تو آپ نے مختصر سا خطبہ پڑھ کر نکاح کر دیا، اور چھوارے تقسیم کرادیئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا جو پہلے سے کرایہ پر حاصل کرلیا گیا تھا، بعد میں حضرت حارثہؓ بن نعمان نے اپنا مکان دے دیا تو حضرت فاطمہؓ مسجد نبوی کے قریب اس مکان میں منتقل ہوگئیں۔

حضرت ام سلیمؓ نے حضرت علیؓ کی زرہ والی رقم سے حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کا جو سامان لیا تھا، وہ بھی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ان کے گھر بھیجوادیا، تذکروں میں ملتا ہے کہ یہ معمولی قسم کے گھریلو سامان تھے، جس میں دو چادریں، کچھ اوڑھنے بچھانے کا مختصر سامان، دو بازو بند، ایک کملی، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ، ایک گھڑا اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ (مسند احمد ج۱ص۱۰۴، البدایۃ والنہایۃ ۳/۳۴۶)

یہ ہے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی پوری تفصیل جو کتب احادیث سیر وتاریخ میں عام طور پر دیکھا جاسکتا ہے، اس نکاح کو جس سادگی کے ساتھ کیا گیا اس میں امت کے لیے آسان نکاح وشادی کا عملی نمونہ ملتا ہے، اسے ایک بار پھر پڑھ لیں اور غور کریں تو تین باتیں بہت صاف طور پر آپ کے سمجھ میں آئیں گی:

۱۔ حضرت علیؓ بچپن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، ان کی علیحدہ کوئی مستقل سکونت نہیں تھی، اور نہ ہی الگ سے کوئی گھریلو سامان تھا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرپرست تھے، مربی اور ولی تھے۔

۲۔ بحیثیت ولی اور سرپرست آپ کی اخلاقی ذمہ داری تھی کہ شادی کے بعد حضرت علیؓ کے گھر در کا انتظام کرتے، تاکہ حضرت علیؓ کی سکونت ورہائش جب آپ سے الگ ہو تو کسی قسم کی دقت روزمرہ کی زندگی میں پیش نہ آئے، اسی خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ضروری سامان حضرت علیؓ کے لیے مہیا کرایا، گویا ان چیزوں کی فراہمی آپؐ نے حضرت علیؓ کے لیے بحیثیت سسر نہیں، بلکہ سرپرست ہونے کے ناطے کیا۔

۳۔ یہ سامان کی فراہمی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رقم سے نہیں، بلکہ حضرت علیؓ کی زرہ بیچ کر جو رقم حاصل ہوئی تھی اس رقم سے کیا۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کی بنیاد پر علماء امت نے بہت واضح اور صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو دیے گئے سامان سے جہیز کے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ لکھتے ہیں: ''جہیز کے موجودہ طریقہ کے سنت نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ گھریلو سامان جو حضرت فاطمہؓ کو آپؐ نے بوقت رخصتی (یا اس کے بعد) دیا تھا، جسے عوام جہیز دینا کہتے ہیں، وہ خود حضرت علیؓ کی طرف سے فراہم کردہ رقم سے خرید کردیا تھا، جس کی صراحت اہل سیر نے کی ہے''۔ (جہیز یا نقد رقم کا مطالبہ ص۲۹)

حافظ محمد سعد اللہ صاحب لاہوری نے تو صاف لفظوں میں اسے خلاف شرع اور خلاف قرآن وسنت قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: ''اس کو حضرت فاطمہ زہرہؓ کی پاک ذات کی طرف منسوب کرکے جو ایک مذہبی تقدس دیا جاتا ہے، اور اس مذہبی تقدس کی آڑ میں جو نمود ونمائش اور اظہار دولت کیا جاتا ہے، اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور برتری حاصل کرنے کی جو سعی نامشکور کی جاتی ہے وہ بہرکیف غلط، ممنوع خلاف شرع اور قرآن وسنت ہے''۔ (جہیز کی شرعی حیثیت، بحوالہ سہ ماہی منہاج لاہور)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ''ہمارے زمانہ میں جہیز کو جس طرح نکاح کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے، جس طرح اس کے بغیر لڑکی کی شادی کو ناک کٹوانے کا مرادف سمجھ لیا گیا ہے، اور جس طرح اس کی مقدار میں نام ونمود اور دکھلاوے کی خاطر روز بروز اضافہ کیا جارہا ہے کہ غریب سے غریب انسان قرض لے کر رشوت اور مال حرام استعمال کرکے اس مقدار کو پورا کرنا ضروری سمجھتا ہے اور جب تک اس پر قدرت نہ ہو لڑکیاں بغیر نکاح کے بیٹھی رہتی ہیں، یہ پورا طرز عمل سنت کے قطعی خلاف ہے''۔ (جہیز کی حقیقت، البلاغ کراچی نومبر ۱۹۸۷ء)

مولانا وحید الدین خاں کی بہت ساری فکر سے امت کو اختلاف ہے، لیکن یہ بات ان کی صد فی صد صحیح اور شرعی تقاضوں کے عین مطابق ہے کہ '' کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ جہیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو ان کو اپنے پاس سے جہیز بھی عطا کیا اس قسم کی بات دراصل غلطی پر سرکشی کا اضافہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیا اس کو کسی طرح بھی جہیز نہیں کہا جاسکتا، اور اگر اس کو جہیز کہا جائے تو ساری دنیا میں غالباً کوئی ایک مسلمان بھی نہیں جو اپنی لڑکی کو یہ پیغمبرانہ جہیز دینے کو تیار ہو''۔

اس کے بعد ایک جگہ لکھتے ہیں: ''اگر جہیز فی الواقع آپ کی مستقل سنت ہوتی تو آپؐ نے بقیہ صاحبزادیوں کو بھی ضرور جہیز دیا ہوتا، مگر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں نہیں ملتا ہے کہ آپؐ نے بقیہ صاحبزادیوں کو بھی جہیز دیا ہو''۔ (خاتون اسلام ص۱۶۳)

مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ لکھتے ہیں: ''حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر آپ کی طرف سے دونوں کو جو کچھ دیا گیا اس کو جہیز کی مروجہ ملعون رسم کے ثبوت میں پیش کرنا بالکل غلط اور نادرست ہے''۔ (جہیز اسلامی شریعت میں، ماہنامہ 'محدث' بنارس، اپریل ۱۹۸۵ء) ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: '' لینے اور دینے کی یہ رسم چاہے اس کا جو بھی نام رکھ دیا جائے، شرعاً ناجائز اور واجب الترک ہے''۔ (جہیز اسلامی شریعت میں، ماہنامہ 'محدث' بنارس، اپریل ۱۹۸۵ء)

حافظ محمد سعد اللہ جونپوری ریسرچ آفیسر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور نے جہیز سے متعلق اپنے تفصیلی مقالہ ''جہیز کی شرعی حیثیت'' میں تمام روایات کا جائزہ لینے کے بعد بالکل صحیح لکھا ہے: ''قرآن مجید میں، کتب احادیث میں، متقدمین فقہاء کی کتابوں میں مروجہ جہیز کا وجود ہی نہیں، صحاح ستہ، معروف کتب احادیث اور چاروں ائمہ فقہاء کی امہات الکتب میں ''باب الجہیز'' کے عنوان سے کوئی باب نہیں، اگر یہ کوئی شرعی حکم ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جہاں نکاح سے متعلق دیگر احکامات مثلاً نان نفقہ، مہر، بہتر معاشرت، طلاق، عدت، وغیرہ تفصیلاً بیان ہوتے، وہاں جہیز کا بیان نہ ہوتا''۔ (جہیز کی شرعی حیثیت، سہ ماہی 'منہاج' لاہور)

اگر آج بھی آسان نکاح وشادی کو رواج دینا ہے تو حضرت فاطمہؓ کی اس شادی کو عملی نمونہ بنا کر کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

اچھی باتیں

''نہ میں گرا، نہ میرے حوصلے گرے، لیکن مجھے گرانے کے چکر میں کئی لوگ بار بار گرے ☆ دکھ سہنے والا آگے چل کر سکھی ہوسکتا ہے، لیکن دکھ دینے والا کبھی سکھی نہیں رہ سکتا ☆ نئی بنیادیں وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو اس راز سے واقف ہوں کہ پرانی بنیادیں کیوں بیٹھ گئی تھیں ☆ ہمارا اچھا وقت دنیا کو بتاتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا برا وقت ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کیا ہے۔ ☆ برے وقت میں اپنوں میں چھپے پرائے اور پرایوں میں چھپے اپنے نظر آجاتے ہیں ☆ کسی انسان کی نرمی اس کی کمزوری کو ظاہر نہیں کرتی، کیوں کہ پانی سے نرم کوئی چیز نہیں ہے، لیکن پانی کی طاقت چٹانوں کو ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''پارلیامنٹ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں اس وقت کے صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کو تقریب سے دور رکھا گیا، اس کے افتتاح کے موقع سے صدر دروپدی مرمو کو الگ تھلگ کردیا گیا، یہ آر ایس ایس کی اعلیٰ ذات، پس ماندہ مخالف ذہنیت ہے، جس کی وجہ سے صدر جمہوریہ اس احترام سے محروم رہیں، جس کی وہ اعلیٰ آئینی عہدہ پر ہونے کی وجہ سے مستحق ہیں، اس تقریب سے انہیں جان بوجھ کر ہٹائے جانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر اعظم مودی گرچہ ان کا انتخابی فائدہ کے لیے استعمال کریں گے، لیکن انہیں ایسا اہم اور تاریخی مواقع کا حصہ نہیں بننے دیں گے۔ (انقلاب ۲۹/ مئی ۲۰۲۳ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مصیبت وپریشانی کا حل

''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں'' (سورہ بقرہ:۱۵۴)

وضاحت: جب کوئی بندہ مومن مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، دعاو مناجات کے ذریعہ امید باندھ کر مصیبت کے دفع ہونے کا انتظار کرتا ہے تو یقین مانئے کہ اللہ کی رحمت اس پر متوجہ ہوتی ہے اور مصیبت دور کردی جاتی ہے، اللہ رب العزت سے لو لگانے کا دو طریقہ ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ انسان جن مشکلات میں گھرا ہوا ہے، اس پر صبر وسکون کے ساتھ اللہ کی مدد کا طلبگار بنا ہوا رہے، نہ اس پر گھبراہٹ طاری رہے اور نہ ہی وہ شکوہ وشکایت کرتا پھرے، بلکہ آس لگائے مصیبت دینے والے سے ہی اس کو دور کردینے کی تمنا اور آرزو رکھے، جب بندہ کا یقین اس درجہ پختہ ہوجاتا ہے تو پھر باران رحمت کے جھونکے چلتے ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کو اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے، مصیبت دور کرنے کا دوسرا طریقہ نماز ہے کہ بندہ مصیبت کے وقت اللہ سے نماز کے ذریعہ مشکلات کو دور کرنے کی التجا کرے، اپنی غلطیوں اور کوتاہوں پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہائے، ضعف وعجز کا اظہار کرتا رہے، تو اللہ کو اس کے حال پر ترس آتا ہے، چونکہ اس کو اپنے بندہ سے پیار ہے، اس لئے اللہ اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا دیتے ہیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی دشواری پیش آتی تو نماز پڑھنے میں مشغول ہوجاتے، جب کبھی رات کو تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف رخ فرماتے اور جب تک ہوا تھم نہ جاتی، وہیں تشریف رکھتے، اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہوتا تو نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے، یہاں تک کہ گرہن دور ہوجاتا، ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: ''**یا بلال! اقم الصلوٰۃ ارحنا بھا**'' اے بلال! نماز کی تیاری کرو اور اس کے ذریعہ ہمیں آرام دو، صحابہ، تابعین، تبع تابعین بزرگان دین اور اولیاء کرام کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ ہر مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوتے اور نماز میں مشغول ہوجاتے، گویا نماز مومن کی جائے پناہ ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی نے لکھا کہ نماز مومن کے لئے اس محبت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ پناہ لینے، سر چھپانے اور آرام پانے کی جگہ اور اس کی گود سے بھی زیادہ راحت رساں اور جنت بداماں ہے، جو ایک یتیم، ضعیف وعاجز، بے سہارا اور لاڈلے بچے کے لئے ہروقت کھلی رہتی ہے اور جب بھی بچہ کو کسی قسم کے گزند اور نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، کوئی اس کو چھیڑتا اور پریشان کرتا ہے یا اس کو بھوک وپیاس ستاتی ہے، یا وہ کسی چیز سے سہم جاتا ہے تو فوراً ماں سے چمٹ جاتا ہے اور اس کی گود میں بیٹھ کر سمجھ لیتا ہے کہ وہ سب سے محفوظ ہوگیا، اس طرح نماز بھی مومن کی سب سے بڑی پناہ گاہ اور جائے قرار ہے، یہ وہ مضبوط رسی ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان پھیلی ہوئی ہے، وہ جب چاہے اس رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنی حفاظت کی ضمانت حاصل کرسکتا ہے، یہ اس کی روح کی غذا، درد کا درماں، زخم کا مرہم، بیماری سے شفا اور اس کا سب سے بڑا ہتھیار اور سہارا ہے (ارکان اربعہ، ص:۴۲) لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے لوگ مصیبت کے وقت دنیاوی تدبیریں کرتے ہیں اور سارا وقت اور جان ومال انہیں تدبیروں میں لگا دیتے ہیں، لیکن نماز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی سچے دل سے دعاء کرتے ہیں، حالانکہ دفع مصائب کا سب سے کامیاب علاج نماز اور دعا ہی ہے، ہاں اگر ظاہری تدبیر اختیار کریں تو اس وقت بھی اللہ سے مدد کے خواستگار رہیں، خارجی اسباب کو اختیار کرکے نماز کے ذریعہ حل مشکلات کی دعاء کرنا مومنانہ شان کی علامت ہے۔

کسی کا دل نہ دُکھایئے

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' (ترمذی شریف)

مطلب: انسانی زندگی کا امتیاز دراصل انس ومحبت، ہمدردی وخیر خواہی سے ہے، اسی سے انسان ایک عظیم انسان بنتا ہے اور عظمت وبلندی کا تاج اس کے سر پر جلوہ آرا ہوتا ہے، آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنی زندگی کو خیر وبھلائی کے بے مثال جوہر سے الگ کردیجئے اور دیکھئے کہ آپ میں اور عام انسانوں اور جانوروں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے، فرض کیجئے کہ آپ لوگوں کی عزت پر حملہ کرنے لگیں، انہیں حقیر وکمتر سمجھنے لگیں تو لوگ آپ سے دور بھاگیں گے اور آپ کو بدخلق اور متکبر انسان کہیں گے، کیونکہ آپ نے ان کے آئینہ دل کو ٹھیس پہونچایا، اسی لئے اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ مسلمانوں کو کشادہ دل بننے کی تاکید کی اور کہا کہ مومن کامل وہی ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہی چیز دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی پسند کرے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے، تاکہ اس سے دونوں کے درمیان محبت اور خیر خواہی کا جذبہ ابھر سکے، ممکن ہے کہ ایسا کرتے وقت دل پر شاق گذرنے لگے لیکن اگر انسان کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ جو چیز اپنے پسند کرتا ہے، وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرنا ایمان کے شرائط میں سے ایک شرط ہے تو اس سے اس کے دل میں اسلام کی بشاشت رچ بس جائے گی اور وہ اس کو بے کھٹکے انجام دے گا، پھر اس صفت کے ذریعہ اس کی شناخت وپہچان قائم ہوجائے گی، جب مکہ کے مہاجر اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آئے تو مدینہ کے مسلمانوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کو اپنے گھر دیئے، باغ دیئے، کھیت دیئے، اپنی محنتوں میں ان کو شریک کیا اور خود ہر طرح کی تکلیفیں اٹھا کر ان کو آرام پہونچایا، ان کے اس جذبہ نیک کی وجہ سے انصار یعنی مددگار کا خطاب ملا، بحرین جب فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ میں اس کو انصار میں تقسیم کردینا چاہتا ہوں، ان ایثار کے پیکروں نے عرض کیا جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا نہ ملے ہم کو یہ منظور نہیں، فرمایا اگر یہ منظور نہیں تو صبر کرو، صحابہ کرام کے اسی ایثار وقربانی کے جذبے نے عام لوگوں کے دلوں میں کشادگی پیدا کی اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کا مزاج بنتا گیا، اگر آج ہم بھی اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرلیں تو ہمارے بہت معاشی وسماجی دشواریاں دور ہوجائیں گے اور آپس کے تعلقات میں بھی استحکام پیدا ہوگا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

حالت احرام میں ماسک لگانا

س: اگر کوئی شخص حالت احرام میں چہرہ پر ماسک لگائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: مروجہ ماسک چوں کہ چہرے کے چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کو چھپا لیتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص حالت احرام میں پورا دن یا پوری رات یعنی بارہ گھنٹے اس کو لگائے رہے تو اس پر دم لازم ہوگا اور اگر بارہ گھنٹے سے کم لگائے تو صدقہ فطر کے مقدار صدقہ دینا ہوگا، خواہ کسی عذر کی وجہ سے لگائے یا بلا عذر اگر بلا عذر لگائے تو گناہ بھی ہوگا: ''**ولو غطى جميع راسه أو وجهه اى جميع وجهه بمخيط أو غيره يوما وليلة وكذا بمقدار احدهما فعليه دم اى كامل بلاخلاف وفى الأقل من يوم كذا من ليلة صدقة، والربع منها كالكل قياسا على مسحهما... ولو عصب من راسه أو وجهه اقل من الربع اى يوما وليلة فعليه صدقة اى اتفاقا**'' (**اللباب مع شرحه باب الجنايات وانواعها، فصل فى تغطية الراس والوجه، ص:۴۳۵**)

حالت احرام میں پیمپر اور انڈرویئر کا استعمال

س: اگر کسی محرم شخص کو پیرانہ سالی کی وجہ سے پیشاب ٹپکنے یا بواسیر کی شکایت ہو اور وہ انڈرویئر کا استعمال کرے جس کے اندر پیمپر ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں مذکورہ معذور شخص بہ حالت احرام ضرورۃً پیمپر اور انڈرویئر کا استعمال کرسکتا ہے شرعاً جائز ہے، گناہ نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ دنوں تک پہنتا ہے تو ان تمام صورتوں میں اس پر صرف ایک دم لازم ہوگا۔ (حج کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا:۱/۱۵۵) ''**ولو اضطر المحرم الى لبس ثوب فلبس ثوبين فان لبسها على موضع الضرورة فعليه كفارة واحدة وهى كفارة الضرورة... ولو لبس ثوبا للضرورة ثم زالت الضرورة فداوم على ذالک يوما أو يومين فما دام فى شک من زوال الضرورة لايجب عليه الا كفارة الضرورة.. والاصل فى جنس هذه المسائل ان الزيادة فى موضع الضرورة لاتعتبر جناية مبتدأة بل يجعل الكل للضرورة والزيادة فى غير موضع الضرورة تعتبر جناية مبتدأة**'' (**الهندية: ۱/۲۴۲-۲۴۳**)

بہتر یہ ہے کہ انڈرویئر کے بجائے بغیر سلا ہوا لنگوٹ کا استعمال کرے، اس سے کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا، کیونکہ یہ اس سلے ہوئے کپڑے میں داخل نہیں ہے جس کو احرام کی حالت میں پہننا منع ہے۔ (حج کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا:۴/۲۵-۲۶)

اگر کسی نے طواف کے سات کے بجائے آٹھ چکر لگا لئے

س: اگر کسی نے طواف کرتے ہوئے سات چکر لگانے کے بجائے آٹھ چکر لگا لیا تو شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اگر کسی نے طواف کرتے وقت سات چکر پورا کرنے کے بعد آٹھواں چکر جان بوجھ کر لگا لیا تو ایسی صورت میں گویا اس نے دوسرا طواف شروع کردیا، اس پر لازم ہوگا کہ اس طواف کے سات چکر مکمل کرے اور طواف سے فراغت کے بعد دو، دو رکعت واجب الطّواف بھی ادا کرے، البتہ اگر کسی کو سات چکر پورا کرنے کے بعد شک اور وہم ہوگیا کہ شاید ابھی چھ ہی چکر ہوئے ہیں تو ایسی صورت میں اقل متیقن پر عمل کرتے ہوئے ایک چکر اور لگالے: ''**(سبعة اشواط فقط (فلو طاف ثامنا مع علمه به) فالصحيح ان (يلزمه اتمام الاسبوع للشروع) اى لانه شرع فيه ملتزما، بخلاف مالو ظن انه سابع بشروعه مسقطا لامستلزما (قوله: لشروعه مسقطا لاملزما) اى لانه شرع فيه لاسقاط الواجب عليه وهو اتمام السبعة لاملزما نفسه بشوط مستأنف حتى يجب عليه اكماله**'' (**الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۰۸**)

طواف کے چکروں کی گنتی میں شک ہوجائے تو کیا کرے

س: اگر کسی کو طواف کے دوران چکروں کی گنتی میں شک وشبہ ہوجائے تو کیا کرے؟

ج: اگر فرض اور واجب طواف کے چکروں کی گنتی میں شک وشبہ ہوجائے تو غالب گمان پر عمل کرنے کے بجائے نئے سرے سے دوبارہ طواف شروع کرے اور اگر سنت یا نفل طواف کے چکروں کی گنتی میں شک وشبہ ہوجائے تو غالب گمان پر بنا کرے: ''**ولو شک فى عدد الاشواط فى طواف الركن اعاده ولايبنى على غالب ظنه... لو شک فى اشواط غير الركن لايعيده، بل يبنىٰ على غلبة ظنه، لانه غير الفرض على التوسعة والظاهر ان الواجب فى حكم الركن لانه فرض عملى**'' (**رد المحتار: ۳/۵۰۹، مطلب فى طواف القدوم**)

واجب الطّواف مکروہ اوقات میں پڑھنا

س: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد اگر طواف کیا جائے تو واجب الطّواف نماز اس کے بعد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ممنوع اوقات یعنی عصر کے بعد سے مغرب تک، فجر کے بعد سے اشراق تک اور زوال کے وقت واجب الطّواف کی دو رکعت نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس درمیان جتنے طواف کئے ہوں مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد ہر طواف کے لئے الگ الگ دو رکعت پڑھے، اگر کسی نے واجب الطّواف کی دو رکعت نماز مکروہ وقت میں ادا کی تو یہ ادا نہیں ہوئی، اگر نماز کے دوران مکروہ وقت کا خیال آجائے تو نماز اسی وقت توڑ دے اور اگر نماز پوری پڑھ لی ہے تو مکروہ وقت گزرنے کے بعد دوبارہ پڑھے: ''**ولاتصلى... الا فى وقت مباح اى لسعة زمانه، فان صلاها فى وقت مكروه... قيل صحت مع الكراهة اى ان اداها ويجب عليها قطعها اى فى أثنائها فان مضى فيها اى بان كملها فالاحب ان يعيلها**'' (ارشاد الساری، ص:۲۲۳، حج کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا:۳/۱۲۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر ۲۱ مورخہ ۱۵/ذی قعدہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۵/جون ۲۰۲۳ء روز سوموار

ترکیہ اور اس کی قیادت

ترکیہ (سابق نام ترکی) سے ہندوستانی مسلمانوں اور عالم اسلام کا بڑا گہرا تعلق رہا ہے، یہاں کی خلافت عثمانیہ سولہویں اور سترہویں صدی میں دنیا کی سب سے بڑی سیاسی قوت تھی، چھ سو اکتیس (631) سال تک قائم اس حکومت کے زوال کا آغاز پہلی جنگ عظیم سے ہوا، جب اس نے جرمنی کا ساتھ دیا اور شکست کھانے کے بعد سیورے معاہدہ کے مطابق فاتح اتحادی قوتوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا، ۱۹/مئی ۱۹۱۹ء کو اس جارحیت کے خلاف ترکوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں تحریک آزادی کا اعلان کیا اور ۱۸/ستمبر ۱۹۲۲ء کو غیر ملکی افواج سے ملک کو خالی کرالیا گیا اور جمہوریہ ترکی کے نام سے ایک نئی ریاست تشکیل پائی، یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو ترکی کی مجلس پارلیمان نے خلافت کا خاتمہ کر دیا، جس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی، ہندوستان میں خلافت کے احیاء کے لیے تحریک چلائی گئی، جو تاریخ میں خلافت تحریک کے نام سے موسوم ہے اور جنگ آزادی کی تحریک کے بعد ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک سمجھی جاتی ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا اپنی سیاسی حصولیابی کے طفیل اتاترک (ترکوں کا باپ) بن بیٹھا، اس نے ملک میں اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا اور مذہبی تشخص کے خاتمہ کی جتنی کوششیں ہو سکتی تھیں، کر ڈالیں، اس نے عربی پر پابندی لگا یا، ترکی زبان کے رسم الخط کو بھی عربی سے لاطینی کی طرف منتقل کر دیا اور ملک میں لا دینی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا، ۱۹۳۸ء میں مصطفیٰ کمال پاشا کے انتقال کے بعد ان کے نائب عصمت انونو بھی اسی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور اصلاح کا عمل جاری رکھا۔

ترکی کے آئین کے مطابق "مسلح افواج ترک آئین وسلامتی کی محافظ ہے"، اس جملے کا سہارا لے کر فوج نے متعدد بار جمہوری حکومتوں کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، سب سے بڑی بغاوت ۱۹۶۰ء میں وزیر اعظم عدنان میندرس کے خلاف ہوئی تھی، عدنان کا قصور یہ تھا کہ اس نے اپنی اصلاحات کے ذریعہ ترکوں کو سیکولرزم کے نئے معنی ومفاہیم سے آشنا کیا اور مذہب اسلام پر مصطفیٰ کمال پاشا کے ذریعہ لگائی گئی پابندیوں کے اختتام کا اعلان کیا، فوج کو یہ گوارہ نہیں ہوا، اور عدنان کا تختہ پلٹ کر فوج نے اسے تختہ دار پر چڑھا دیا۔

۱۹۸۰ء میں مخلوط حکومت کے خلاف فوج نے پھر بغاوت کی اور اقتدار پر قبضہ کر کے ہزاروں مخالفین کو قید کر لیا اور کئی کو سزائے موت دی گئی، لیکن جلد ہی عوام کے رخ کو دیکھ کر ترکی میں نیا آئین ۱۹۸۲ء میں نافذ ہوا، لیکن فوج اقتدار پر قابض رہی، بالآخر ۱۹۸۹ء میں طورغوث اوزال صدر بنے اور فوج اپنے بیرکوں میں واپس گئی، اوزال نے انتہائی تدبر اور فراست کے ساتھ ترکی کی گرتی ہوئی معیشت کو نئے خطوط پر استوار کیا، معاشی اصلاحات کی وجہ سے عالمی برادری میں ترکی کا وزن بڑھا، مئی ۱۹۹۳ء میں ان کے انتقال کے بعد سلیمان دیمرل صدر منتخب ہوئے اور جون ۱۹۹۳ء میں راہ حق پارٹی کی جانب سے پہلی خاتون وزیر اعظم تانسو چیرل نے کام شروع کیا، ملک تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ چلتا رہا، ۱۹۹۵ء کے انتخاب میں پہلی بار اسلامی افکار ونظریات کے لیے مشہور رفاہ عام پارٹی ترکی میں سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری اور نجم الدین اربکان وزیر اعظم بنے، لیکن وہاں کی قومی سلامتی کونسل سے ان کے اختلافات ہوئے، کیونکہ دونوں دو، سرے پر تھے، اربکان اسلامی نظریات واقدار کو ملک میں رائج کرنا چاہتے تھے جب کہ کونسل ترکی کے لا دینی نظام اور مغربی افکار ونظریات کو فروغ دینا چاہتی تھی، اسے خطرہ تھا کہ کہیں ملک اسلامی راہ پر نہ چل پڑے؛ چنانچہ اس نے اربکان پر مستعفی ہونے کے لیے دباؤ بنایا، اربکان اس دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکے اور انہیں نہ صرف استعفا دینا پڑا بلکہ ان پر کونسل نے پوری زندگی سیاست میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی، اس کے بعد کئی اتار چڑھاؤ آئے، جس کے نتیجے میں بلند ایجوت وزیر اعظم بنے اور ۵/مئی ۲۰۰۰ء کو ترکی کی عدالت عالیہ کے سابق سربراہ احمد نجدات صدر منتخب ہوئے، اور ۱۶/مئی کو صدارتی عہدے کا حلف لے کر صدارتی محل میں قیام پذیر ہوئے، یہ صدارتی محل انقرہ کے مضافات میں ایک پہاڑی پر واقع ہے ایک ہزار کمروں پر مشتمل یہ محل امریکہ کے وہائٹ ہاؤس اور روس کے کریملن سے کافی بڑا ہے، اکسٹھ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر سے زائد اس کی تعمیر پر خرچ ہوئے تھے یہ صدارتی محل ترکی کی شان، آن بان کا تاریخی طور پر شاہد ہے۔

موجودہ صدر رجب طیب اردوگان جنہوں نے تیسری بار صدارتی انتخاب میں فتح حاصل کی ہے، اپنے اسلامی خیالات کے لیے مشہور ہیں، ان کی ایک مشہور نظم ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مسجدیں ہماری چھاؤنیاں ہیں، گنبد ہمارے خود (سر کی حفاظت کرنے والا لوہے کا ٹوپ) مینار یں ہماری سنگینیں اور مؤمن ہمارے سپاہی ہیں، اردوگان ۱۹۵۴ء میں بحر اسود کے ساحلی علاقے میں ایک گارڈ کے گھر پیدا ہوئے، بعد میں اپنے والد کے ساتھ نقل مکانی کر کے استنبول آئے، معاشی طور پر خود کفیل ہونے کے لیے انہوں نے روغنی روٹیاں فروخت کیں، مدرسہ میں تعلیم حاصل کی، فٹ بال کے پیشہ ور کھلاڑی رہے، مرمر یونیورسٹی استنبول سے مینجمنٹ کی ڈگری حاصل کی، زمانہ طالب علمی میں نجم الدین اربکان کے قریب آئے، ان کے خیالات سے متاثر ہوئے، ۱۹۹۴ء میں استنبول کے میر (Mayor) بنے اور پورے شہر کو لالہ زار بنا دیا، پیڑ پودے اور ہریالی سے یہ شہر سج سنور گیا، لیکن ۱۹۹۹ء میں ان پر مذہبی بنیادوں پر اشتعال انگیزی کا الزام لگا کر قید میں ڈال دیا گیا، جہاں انہیں چار ماہ گذارنے پڑے، اس سزا کے بعد انہوں نے سیاست میں اپنی پکڑ مضبوط کی، عوام ان کے لیے فرش راہ ہوئی اور بالآخر اے کے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد پہلے ۲۰۰۳ء میں وزیر اعظم اور پھر ۲۰۱۴ء میں صدر کے منصب پر فائز ہوئے، فوج نے ایک بار بغاوت کی جسے عوام نے کچل کر رکھ دیا، یہ اردگان کی مقبولیت کی انتہا تھی، انہوں نے ناٹو کے رکن ہونے کے باوجود اسلامی اصلاحات کی اپنی کوششیں جاری رکھیں، اس کوشش کے نتیجے میں ملک میں جو ماحول بنا، اس کی وجہ سے معاشی ترقی ہوئی، روزگار کے نئے مواقع فراہم ہوئے، ملک سے قرض کا بوجھ کم ہوا، ۲۴ نئے ایر پورٹ بنائے گیے اب ان کی تعداد پچاس ہوگئی ہے، ہزاروں کلو میٹر نئی سڑکیں اور ہائی اسپیڈ ریلوے لائن بچھائی گئی، صحت کے محکمہ پر توجہ دی گئی اور غریب عوام کے لیے مفت طبی مراکز بنائے گیے، بجٹ کا بڑا حصہ تعلیم کے لیے مختص کیا گیا، یونیورسیٹیوں کی تعداد بڑھائی گئی، ترک کرنسی لیرا کی قدر وقیمت میں غیر معمولی اضافہ ہوا، یہ وہ وجوہات ہیں، جس نے صدر رجب طیب اردوگان کو ملک میں مقبول بنا رکھا ہے، اس مقبولیت کا نتیجہ ہے کہ وہ تیسری بار صدارت کے باوقار منصب پر فائز ہوئے ہیں، ان کی مقبولیت کو لوگ ان کی دہشت سے تعبیر کرتے ہیں، غیر ملکی میڈیا انہیں تانا شاہ اور ڈکٹیٹر باور کرانا چاہتا ہے، جوان کے دل کے پھپھولے ہیں، تانا شاہ اور ڈکٹیٹر اتنا مقبول ومحبوب نہیں ہوتا کہ مغربی قوتوں کی سخت ترین مخالفت کے باوجود تیسری بار فتح حاصل کر لے۔

نایاب ہورہی فصلیں

پوری دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً بہت ساری فصلیں اور اناج ہمارے کھیتوں سے رخصت ہو چکے یا ہوتے جا رہے ہیں، عجیب وغریب بات یہ ہے کہ جانوروں کی بعض نسلوں کے ختم ہونے کی فکر سرکار کو زیادہ ہے اور جن جانوروں کی نسلیں ہندوستان سے نایاب ہورہی ہیں انہیں موٹی قیمت اور بڑے خرچ پر ہندوستان لا کر چڑیا خانے میں رکھا جا رہا ہے اور مرکزی حکومت اس کا فخریہ ذکر بھی کرتی ہے، مثال کے طور پر چیتا کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جس کے باہر ملک سے لانے پر سوشل اور الکٹرونک میڈیا نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے اور خوب واہ واہی ہوئی۔

جانوروں کی نسلوں کی جس قدر حفاظت کی فکر حکومت کو ہے ویسی فکر نایاب ہورہی فصلوں، غلوں اور اناج کے سلسلے میں نہیں کی جا رہی ہے۔ اناج کی بہت ساری قسمیں جو غذائیت سے بھرپور تھیں اور صحت کے لئے انتہائی مفید تھیں ہماری نئی نسلوں نے ان کا نام تک نہیں سنا ہے، جیسے جوار، باجرہ، ساما، کونی، کودو، مڑوا، رام دانا، کنگنی، الوا (شکرقند) ستھنی، کنگی وغیرہ۔ آج کسان اس کو اگانے سے اس لئے بیزار ہے کہ ہماری تھالی سے یہ اناج غائب ہو گئے ہیں۔ اناج کا استعمال نہ ہو تو اس کے دام بازار میں نہیں ملتے، کھانے میں ان کی افادیت اور غذائیت جتنی ہو، یہ موٹے اناج کہے جاتے ہیں اور دسترخوان پر مہمانوں کے سامنے اسے پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کی آبادی اب چین سے زیادہ ہو گئی ہے ان فصلوں کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

یہ حالات ایسے ہی نہیں پیدا ہوئے، ۱۹۶۰ کی دہائی میں سبز انقلاب کے نام پر ہندوستان کے روایتی کھانے کو غائب کر کے گیہوں چاول اور مکئی کی کھیتی کو بڑھاوا دیا گیا اور دوسری فصلوں کے مقابلے اس کی قیمت مارکیٹ میں زیادہ مقرر ہوئی، کسان پورے طور پر اس طرف راغب ہو گئے اور دھیرے دھیرے موٹے اناج کا اگانا بند کر دیا۔

ابھی بھی سرکار کی توجہ ان فصلوں کے واپس لانے کی طرف نہیں ہے، زرعی سائنسدانوں کے متوجہ کرنے سے تھوڑا سا احساس جاگا ہے، یہ احساس اندرون ملک کے لیے نہیں، عالمی برادری کے لیے ہے، اسی لیے موٹے اناج کے استعمال اور اس کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے ہندوستانی حکومت نے اقوام متحدہ کو ایک تجویز بھیجی تھی، اقوام متحدہ نے اس تجویز کو منظور کر کے ۲۰۲۳ء کو "عالمی موٹا اناج سال" قرار دیا ہے۔ وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے اپنے بجٹ میں جو فروری میں پیش کیا گیا تھا اور جس میں وزیر خزانہ نے موٹے اناج کی اہمیت اور ہندوستان کے روایتی کھانے کو پوری دنیا میں متعارف کرانے کے لیے "شری ان یوجنا" شروع کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ وعدہ اب تک وعدہ کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔

موٹے اناج کی فصل اگانے میں محنت بھی کم پڑتی ہے، پانی کا استعمال بھی گیہوں وغیرہ کی طرح نہیں ہوتا، اور اس میں کیمیاوی کھاد اور جراثیم کش دواؤں کے استعمال کی بھی حاجت نہیں ہوتی، فصل کاٹ کر اس کا باقی حصہ جانور کے چارے کے طور پر استعمال کر لیا جاتا ہے، ان کو جلانے کی ضرورت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے فضائی آلودگی نہیں پیدا ہوتی اور اس کا خطرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ کورونا کے بعد یہ اناج جسم کی دفاعی قوت کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کئے جاتے رہے اور اس طرح ان فصلوں کی اہمیت کسی درجہ میں سامنے آئی۔

ملک کی زرعی یونیورسیٹیوں میں موٹے اناج پر تحقیق کا کام چل رہا ہے، جن ریاستوں نے اس کی اہمیت کو سمجھ لیا ہے وہاں ان کی کھیتی بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے، کرناٹک، راجستھان، گجرات، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹرا میں ان فصلوں پر توجہ دی جا رہی ہے لیکن شمالی ہندوستان بشمول بہار میں ابھی کام شروع نہیں ہوا ہے، حالانکہ موٹے اناج میں کلشیم، آئرن، جنک، فاسفورس، میگنی شیم، پوٹاشیم، فائبر، وٹامن، کیروٹن، لیسی تھین وغیرہ کی موجودگی کی وجہ سے امراض قلب شوگر، تنفس وغیرہ میں راحت ہوتی ہے، تھائرائٹ، یورک ایسیڈ، کڈنی، لیور کے امراض بھی ان موٹے اناج کے استعمال سے قابو میں رہتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سلسلے میں عوامی سطح پر بیداری لائی جائے اور اس بیداری کو عملی رنگ وروپ دینے کے لئے سرکار اور حکومت کا تعاون ملے، بازار میں ان فصلوں کی مناسب قیمت سرکار مقرر کرے، ورنہ جس طرح جانوروں کی بعض نسلیں ختم ہو گئیں ان فصلوں کا بھی نام ونشان مٹ جائے گا اور آنے والی نسل جانے گی ہی نہیں کہ کبھی یہ اناج ہماری تھالی کی رونق ہوا کرتے تھے۔

عرب لیگ میں شام کی شمولیت

عرب ممالک میں عرب لیگ اور تنظیم برائے تعاون اسلامی (OIC) کی بڑی اہمیت ہے، عرب لیگ کا قیام ۱۹۴۵ میں ہوا تھا، اس کا صدر دفتر مصر کی راجدھانی قاہرہ میں ہے، بائیس (۲۲) عرب ممالک اس کے ممبر ہیں، شام کے صدر بشار الاسد نے روس کے صدر ولادیمیر پوتین کی حمایت اور اپنے ہی شہریوں پر مہلک ترین اور خطرناک کیمیاوی ہتھیار استعمال کر کے ظلم وستم کی نئی مثال قائم کی تھی جس کے نتیجے میں شام کا بڑا علاقہ قبرستان میں بدل گیا تھا اور بہت سارے شہری موت کے گھاٹ اتر گئے تھے ان حالات میں عرب لیگ نے ۱۲/نومبر ۲۰۱۱ء کو اس کی رکنیت کو معطل اور منجمد کر دیا تھا، اس کے فوراً بعد تنظیم برائے تعاون اسلامی (OIC) نے شام کے بارے میں عرب لیگ کی تائید کرتے ہوئے اپنی تنظیم سے بھی دور کر دیا تھا، لیکن اب حالات بدل گیے ہیں۔ ترکی، سعودی عرب، مصر، تیونس، عمان، اردن وغیرہ شام کی عرب لیگ میں شمولیت کے حق میں تھے، یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ لیبیا، شام لبنان، عراق اور یمن سب کے احوال اس قدر خراب ہیں کہ بغیر اجتماعی آواز کے ان کے مسائل حل نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے پرانے گلے شکوے بھلا کر عرب لیگ نے اس کی رکنیت ۷/مئی ۲۰۲۳ء کو بحال کر دی ہے، اس عمل سے شام کی قوت میں اضافہ ہوگا اور بہت سارے کام اس کے سہارے کئے جا سکیں گے، آگے بڑھنے کے لیے کبھی کبھی مضیٰ ما مضیٰ یعنی جو گذر گیا وہ گذر گیا پر عمل کرنا ہوتا ہے اور سارے گلے شکوے بھلا کر ملنا ہوتا ہے، جیسا کہ سعودی عرب اور ایران کے مابین پہلے ہو چکا ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حاجی محمد اسماعیلؒ

۱۷رمئی ۲۰۲۳ء بروز بدھ فجر کی معمولات سے فراغت کے بعد معمولاً بستر پر لیٹا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی حاجی محمود صاحب کا فون تھا، بتا رہے تھے کہ بھیا کا آج صبح چار بجے انتقال ہوگیا، دل ودماغ پر بجلی گری، تسلی، تعزیت اور دعاء مغفرت کے الفاظ آنسوؤں میں بہہ گئے، گلو گیر آواز میں الفاظ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، چنانچہ میں نے موبائل کاٹ دیا، فکر جنازے میں شرکت کی دامن گیر ہوئی، ایسے موقع سے مولانا قمر عالم ندوی کبھی کبھی کام آجاتے ہیں، چنانچہ انہوں نے میرا اور اپنا ٹکٹ انڈی گو سے بک کرایا، اتفاق سے دو ہی سیٹ خالی تھی، جنازہ میں شرکت مقدر تھی، اس لیے مل گئی، اور اس طرح ہم لوگ دس بجے کے آس پاس کولکاتہ پہونچ گیے، جب میت کی تجہیز وتکفین کا مرحلہ جاری تھا، حاجی صاحب مرحوم کے گھر پر گلشن بلڈنگ رین اسٹریٹ ہم لوگوں کی حاضری ہوگئی، ڈھائی بجے دن میں جنازہ کی نماز گوبرا قبرستان ا رنمبر میں ادا کی گئی، میں نے حاجی محمود صاحب کو کہا کہ وہ جنازہ کی نماز پڑھائیں، حق توان کے بڑے صاحب زادہ نوشاد صاحب کا بنتا تھا، وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے، حالاں کہ وہ انتہائی متشرع آدمی ہیں، لیکن انہیں ڈھارس کھو دینے کا ڈر تھا، جنازہ میں کم وبیش تین ہزار کا مجمع تھا، جن لوگوں کو میں دیکھ سکا، ان میں مولانا آفتاب عالم ندوی بانی وناظم جامعہ ام سلمہ دھنباد، مولانا مفتی عبد الحیٔ صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ برن پور، قاری شفیق احمد صاحب امام نا خدا مسجد کولکاتہ، مولانا عصمت اللہ رحمانی امام خیر ولین مسجد کولکاتہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مشہور صحافی مولانا نور اللہ جاوید، میرے شاگرد حافظ شمشاد رحمانی بھی جنازہ کی صف میں نظر آئے، بعد میں ملاقات بھی ہوئی، حاجی صاحب نے پس ماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے، ایک بیٹی دو بھائی اور ناتی، نتنی، پوتے پوتیوں سے بھرا پُرا گھر چھوڑا ہے، ۲۲رمئی کو علاقہ کے لوگوں کی طرف سے خراج عقیدت کا پروگرام ان کے گاؤں چھپرا خرد میں رکھا گیا تھا، احقر کی اس میں بھی شرکت ہوئی، غیر مسلموں نے ان کی شخصیات اور خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی۔

حاجی محمد اسماعیل بن حاجی رمضان علی بن حسین بخش کی ولادت ۳۰ر اگست ۱۹۴۶ء کو چھپرہ خرد، ڈاک خانہ خواجہ چاند چھپرہ موجودہ ضلع ویشالی میں ہوئی، حاجی صاحب کی نانی ہال قریب کے گاؤں ویر بھان جلال پور تھی اور شادی چاند پور فتح ضلع ویشالی کے محمد حدیث صاحب کی دختر نیک اختر سے تھی، والد حاجی رمضان علیؒ کی زردہ کمپنی تھی اور وہ کمپنی صاحب سے ہی مشہور تھے، کولکاتہ میں پھیلا ہوا کاروبار تھا، اس لئے ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی، کچھ دن مدرسہ عالیہ کولکاتہ اور علی گڈھ میں بھی تعلیم کے سلسلے میں گذارا، بالآخر محمد جان ہائی اسکول کولکاتہ سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا، کاروبار کا تقاضہ تھا کہ وہ والد کا ہاتھ بٹائیں، بڑے ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری ان پر آگئی، اور انہوں نے تعلیم ترک کرکے کاروبار سنبھالنے کا فیصلہ کیا، اور اپنی ذہانت، معاملہ فہمی، خوش خلقی سے ممتاز ترین تاجروں میں آپ کا شمار ہونے لگا، انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی اور پھر خاندان کے دوسرے لوگوں کی کامیاب تربیت کی، وہ اردو انتہائی خوش خط لکھتے تھے، حساب وکتاب میں ان کا ذہن خوب چلتا تھا، کاروباری اعتبار سے کہاں سرمایہ کاری کرنی چاہیے، کس زمین پر رقم لگانی چاہیے اور کس زمین پر توجہ نہیں دینی چاہیے، انہیں خوب آتا تھا، مختلف کاروبار کے ساتھ ایک خاندانی پیشہ زردہ سازی کا ہے، اور زردہ کی خوشبو صارفین کو متوجہ کرتی ہے، اس لیے کس طرح اچھی خوشبو پیدا کی جاسکتی ہے، کن کن اجزاء کے استعمال سے نئی خوشبو پیدا ہوگی اس میں وہ کسی فارماسسٹ سے کم نہیں تھے، مہمان نوازی میں ممتاز تھے اور قسم قسم کی چیزیں دسترخوان پر سجا دینے کا ہنر انہیں خوب آتا تھا، ہندوستان کا شاید ہی کوئی بڑا عالم بچ گیا ہو، جس کی انہوں نے دعوت نہیں کی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں نفع رساں بنایا تھا، مدارس، مساجد، یتیم خانے، غرباء، مساکین سب پر ان کی نظر کرم رہتی، اداروں کو موٹی موٹی رقم دیتے، اجتماعی شادی میں لاکھوں خرچ کرتے اور ہندو مسلم سب کو وہ یکساں سمجھتے، ان کی شادی کے بعد رخصتی کا خاص اہتمام کرتے، زیورات اور ضرورت کے سامان دیتے، ان تمام کاموں میں ان کے گھر کی خواتین اور ان کے بھائی حاجی محمود عالم، حاجی محمد اسرائیل اور ان کے صاحب زادگان ان کا ہاتھ بٹاتے، انہیں معلوم تھا کہ کس سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے، اس لیے بڑے بڑے پروگرام کا انعقاد کرتے اور پریشان ہونے کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اصلاح معاشرہ اور مسلکی خلیج کو دور کرنے کے لیے بھی وہ بہت فکر مند رہتے، انہوں نے اس کے لیے اپنے والد کی قائم کردہ تنظیم انجمن اصلاح المسلمین کو پھر سے متحرک اور فعال بنایا تھا، شراب، جوا، جہیز سے پاک سماج کی تعمیر کے لیے انہوں نے بڑے چھوٹے کئی پروگرام کرائے، ایک امن کمیٹی بھی انہوں نے بنا رکھی تھی، اس کے ارکان غیر مسلم زیادہ تھے، صدر وہ خود تھے نائب صدر غیر مسلم کو بنایا تھا، جب بھی کوئی معاملہ سامنے آتا وہ کولکاتہ رہ کر وہیں سے اس کمیٹی کو احکام جاری کرتے اور لوگ ماحول کو پر امن بنانے میں لگ جاتے، اس کو مزید موثر بنانے کے لیے انہوں نے ایک بڑا اجتماع مارچ ۲۰۱۸ء میں پورینہ میں کیا تھا، جس میں ہندوستان کے بڑے علماء، مولانا ارشد مدنی، مولانا اسرار الحق قاسمی کے ساتھ حقیر محمد ثناء الہدیٰ قاسمی بھی شریک ہوا تھا۔

امارت شرعیہ اور اس کے ذیلی اداروں سے انہیں بڑی محبت تھی، اور مختلف موقعوں سے وہ اس کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے فکر مند رہتے، کولکاتہ کوئی وفد جاتا تو اس کی دعوت کا خاص اہتمام کرتے۔

ان کی ذاتی زندگی مذہبی اعتبار سے قابل رشک تھی، جماعت خانہ ان کے گھر کی منزل پر تو زمانہ سے تھا، ابھی انہوں نے نیچے کے حصے میں گراؤنڈ فلور پر خوبصورت دیدہ زیب، نماز سے متعلق ضروریات سے مزین اور اے سی وغیرہ سے آراستہ شاندار جماعت خانہ بنوایا تھا، جس میں امام متعین کے ذریعہ پنج وقتہ نماز اور رمضان میں تراویح کی جماعت کا اہتمام بھی ہوتا رہا ہے، گاؤں میں بچوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ حسینیہ قائم کیا جو اچھی خدمت انجام دے رہا ہے۔ انہوں نے اس مدرسہ کی شاندار اور دیدۂ زیب عمارت بنوائی، یوں تو اس خاندان کا تعلق پورے ہندوستان کے علماء سے رہا ہے، لیکن مربی کی حیثیت سے مولانا محمد تسلیم رحمانی نائب ناظم جامعہ رحمانی اور مولانا سید محمد شمس الحق صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر سے بڑا مضبوط اور مستحکم رہا، اس کی وجہ سے دولت کی ریل پیل کے باوجود یہ خاندان کبر وغرور سے دور اور خاندان کے تمام افراد کے چہرے پر داڑھی اور مذہب کی پابندی کے اثرات نمایاں ہیں، ان دونوں بزرگوں کے بعد یہ خاندان مذہبی معاملات میں مجھ سے رجوع کرتا ہے، میں نے اس خاندان کے کئی لڑکے لڑکیوں کا نکاح مسجد میں پڑھایا ہے ان لوگوں نے پانی اور ایک گلاس شربت بھی لڑکی والوں کی طرف سے قبول نہیں کیا، البتہ ولیمہ میں بڑا اہتمام ہوتا ہے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

حاجی صاحب کے بھائی حاجی محمود عالم صاحب کی بہت ساری کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس میں حاجی محمد اسماعیل مرحوم کی حوصلہ افزائی کا بڑا دخل رہا ہے، ایسی بافیض اور نفع رساں شخصیت کا ہم سے جدا ہو جانا انتہائی غم والم کا سبب ہے، اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پورے خاندان کو صبر کی دولت سے مالا مال کردے۔ آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

سیرت نبوی کے نورانی گوشے

آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشخصیت کا ہر گوشہ آئینہ کی مانند صاف وشفاف اور نورانی ہے اور یہ پوری انسانیت کے لئے اسوہ و نمونہ ہے، جس کی شہادت قرآن مجید کی متعدد آیات سے بھی ملتی ہے، اس باب میں جان نثار صحابہ کرام سے منقول چشم دید واقعات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات طیبہ اور رہنما نقوش حسنہ عوام وخواص کے لئے سرمایہ افتخار ہے، جس کی تاریخ کے ہر دور اور ہر زمانہ میں نامور محدثین اور ممتاز سوانح نگاروں نے اپنے اپنے عہد میں ملکی وبین الاقوامی زبانوں میں تشریح وتوضیح کی ہے، خاص کر علماء ہند نے اس موضوع پر جو بیش بہا خدمات انجام دیں، اس کی مثال کسی دوسرے اسلامی ملک میں نہیں ملتی۔ اسی سلسلہ کی ایک نئی کتاب ''سیرت نبوی کے نورانی گوشے'' کے نام سے منصۂ شہود پر آئی ہے جس کو لائق مؤلف جناب سید محمد جسیم انور صاحب نے خوش مذاقی اور سلیقہ مندی کے ساتھ مرتب کیا ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، جناب سید محمد جسیم انور صاحب ملکی محلہ آرہ (بھوجپور) کے ایک معزز گھرانے کے چشم وچراغ ہیں، اور اس وقت کاشانہ کوٹھی اپارٹمنٹ جامن گلی بھنور پوکھر، سبزی باغ (پٹنہ) میں سکونت پذیر ہیں۔ وہ کٹرینگ کے کاروبار سے وابستہ ہیں، ان کا دفتر النظیر اپارٹمنٹ، دریاپور (پٹنہ) میں واقع ہے۔ موصوف تجارت و کاروبار کے پیشہ سے وابستہ ہونے کے باوجود علم وادب سے بھی اپنا اشتغال قائم کئے ہوئے ہیں اور اسلام کی نشر واشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح و سربلندی کے لئے برابر فکر مند رہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے وہ مفید دینی و اصلاحی کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اسی نقطۂ نظر کے تحت زیر تبصرہ کتاب کو بڑی جستجو ومحنت سے مرتب کیا اور معلومات افزا مواد سے مزین کیا، انہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جن ماخذ کو پیش نظر رکھا ان میں اسلامی اقدار کے حامل علماء وفضلاء کی تصانیف کے علاوہ ہندومت کی کتابوں وید، پران، بائبل اور بودھ مت کی تصانیف بھی شامل ہیں جن سے انہوں نے استفادہ کیا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان مذاہب کی کتابوں میں جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں، انہیں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں نے کتاب کو سرسری طور پر دیکھا اور اندازہ ہوا کہ یہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی مستقل تالیف نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اشاریہ اور انڈکس ہے جنہیں بچے اور بچیوں کو اس کے کچھ حصے سوالات وجوابات کے ذریعہ زبانی یاد کرائے جائیں، اور بقیہ حصوں کو بار بار پڑھنے کی تلقین کی جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی نمایاں جھلک بچوں کے ذہن ودماغ میں ثبت رہیں، بلاشبہ کتاب کے مشمولات نہایت ہی مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے اور اس لائق ہے کہ زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ہاتھوں تک پہونچایا جائے، کتاب کے گرد پوش پر ڈاکٹر سرور عالم ندوی صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسٹی کا فاضلانہ مقدمہ، مولانا سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمیہ متن گھاٹ کا پیش لفظ، برادر محترم مولانا مشہود احمد ندوی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور ڈاکٹر سید شاہ تقی الدین احمد فردوسی ندوی منیری کے کلمات تبرک نے کتاب کی قدر ومنزلت میں دوچند اضافہ کردیا ہے۔ تاہم بعض مقامات پر کمپوزنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً ''تعارف قرآن'' (ص3) کے بجائے طعارف قرآن، ''جذبہ'' کی جگہ جزبہ پرنٹ ہوگیا ہے۔ کہیں کہیں کمپوزر نے کمپوزنگ کا دروبست میں اعتدال وتوازن کا خیال نہیں رکھا، اگر مؤلف کتاب سیرت پر لکھی گئی چند مستند کتابوں مثلاً اصح السیر، سیرۃ النبی، الرحیق المختوم، محسن انسانیت، سیرۃ المصطفیٰ وغیرہ سے بھی مراجعت واستفادہ کرتے تو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ نورانی گوشے جو زیر قلم نہیں آسکے وہ بھی شامل ہو جاتے مثلاً آپ کا حسن اخلاق، عالمگیر تعلیمات وغیرہ، ان فروگذاشتوں کے باوجود کتاب فکر انگیز اور معیاری ہے۔ سرورق سے پس ورق تک دیدہ زیب وپرکشش ہے، انداز بیاں میں شیرینی وسادگی بلکہ حلاوت وچاشنی ہے اور قابل استفادہ ہے۔ 208 صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کی قیمت -/200 روپے رکھی گئی ہے جو ہر طرح مناسب ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کی افادیت کو قبولیت سے نوازے اور مرتب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، سیرت وسوانح سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب ذوق کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ خواہش مند حضرات کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ سے منگوا سکتے ہیں یا براہ راست مؤلف کتاب کے موبائل نمبر 9334299072 پر رابطہ کرکے طلب کرسکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

کون ہے وہ باسعادت شخصیت؟

محرم ۷ھ میں حدیبیہ سے واپسی سے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کو لے کر خیبر کی فتح کے لئے روانہ ہوئے، روایت میں ہے کہ جب آپ خیبر کے قریب صہباء کے مقام پر پہنچے تو عصر کا وقت تھا اور یہاں سے آگے بڑھے تو خیبر کی عمارتیں نظر آنے لگیں، آپؐ نے لشکر کو روک کر یہ دعا فرمائی: "اللّٰھم انا نسألک خیر ماھذہ القریة وخیر أھلھا وخیر مافیھا، ونعوذ بک من شرھا وشر أھلھا وشر مافیھا" یا اللہ! ہم آپ سے اس بستی کی، اس کے رہنے والوں اور اس کی تمام چیزوں کی بھلائی مانگتے ہیں اور ان کی تمام برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ جب کسی نئی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اگلی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعے ناعم پر حملہ کیا، اسی حملے میں حضرت محمد بن مسلمہؓ بڑی جانبازی سے لڑے، لیکن ایک موقع پر ایک یہودی نے قلعے کے اوپر سے ان پر ایک چکی کا پاٹ پھینک کر مارا جس سے وہ شہید ہوگئے، لیکن اس کے بعد قلعہ جلد ہی فتح ہوگیا، اس کے بعد کئی قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے رہے، لیکن سب سے بڑا معرکہ قلعۂ قموص پر ہوا۔ یہ قلعہ دفاعی اعتبار سے خیبر کا سب سے مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا اور دشمنوں نے اپنی فوج کا سارا زد بھی اسی پر صرف کردیا تھا، اس قلعے کا محاصرہ تقریباً دس دن جاری رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ کرام کو اس پر حملے کے لئے بھیجا، لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا اور یہ حضرات فتح کئے بغیر واپس آئے، بالآخر ایک دن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ اس کے ہاتھ پر قلعہ فتح فرمائیں گے۔ ہر شخص منتظر تھا کہ یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے؟ صحابہ کرامؓ کی وہ رات اشتیاق وانتظار کے عالم میں بسر ہوئی، صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر جھنڈا ان کے حوالہ فرمایا، لوگ اس انتخاب پر اس لئے حیران تھے کہ حضرت علیؓ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں انکھیں دکھنے کی وجہ سے اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی آنکھیں فوراً اچھی ہوگئی اور حضرت علیؓ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور قلعے کے دامن میں پہنچ کر علم نصب کردیا۔

مشہور یہودی پہلوان مرحب رجز پڑھتا ہوا مقابلے پر آیا، حضرت علیؓ نے مقابلے کے دوران اس کے سر پر تلوار ماری تو اس کے سر کے دو ٹکڑے ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق قلعہ انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

یہی وہ قلعہ ہے جس کا دروازہ اکھاڑنے کی داستان ''درخیبر'' کے نام سے لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت علیؓ کی ڈھال لڑائی کے دوران گرگئی تھی، اس لئے حضرت علیؓ نے قلعے کے دروازے کو اکھاڑ کر اسے ڈھال کے طور پر استعمال کیا، لیکن یہ روایت انتہائی ضعیف اور ناقابل اعتماد روایت ہے، جس کی محدثین نے سختی سے تردید کی ہے۔

قموص کی فتح کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور اس کے وطیح اور سلالم کے قلعے مقابلے کے بغیر فتح ہوگئے اور یہودیوں نے ہتھیار ڈال کر صلح کرلی (جہان دیدہ، ص: ۱۷۰-۱۷۱)

جیسی نیت ویسی برکت؟

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ شکار پر جارہا تھا، دور دراز کے سفر میں ساتھ میں رکھا ہوا پانی ختم ہوگیا، جنگلی علاقہ اور بادشاہ پیاس سے بے قرار، ساتھی بھی حیران وپریشان اپنی پیاس بھول کر بادشاہ کی طرف سے فکرمند کہ پیاس کی شدت سے بادشاہ کی جان پر بن گئی تو ان کا کیا حشر ہوگا؟ اچانک قدرت کو رحم آیا اور دور سے کچھ پیڑ نظر آئے، لپکتا جھپکتا پورا قافلہ وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر بادشاہ سمیت سب ہی حیران رہ گئے کہ اس جنگل بیابان میں نہایت سرسبز وشاداب پھولوں اور مختلف قسم کے پھلوں سے لدا ہوا باغ موجود ہے! اندر داخل ہوئے تو ایک بچی نے ان اجنبی مسافروں کا استقبال کیا، بادشاہ نے کسی تعارف کے بغیر بچی سے ایک کٹورا پانی بھکاریوں کی طرح مانگا، بچی کو پیاس سے تڑپتے ہوئے اس اجنبی پر رحم آیا اور اس نے بجائے پانی سامنے کے ایک درخت سے انار توڑا اور جلدی جلدی ایک کٹورے میں اسے نچوڑنے لگی، آدھے انار ہی میں پورا پیالہ لبالب بھر گیا، پیاس سے بے قرار بادشاہ نے انار کے رس سے بھرا پیالہ پیا تو اس کے حواس بجا ہوئے اور سیراب ہوکر اس کی زبان سے بے ساختہ الحمدللہ نکلا، اتنے میں بچی کو دعائیں دیتا ہوا آگے کے سفر میں روانہ ہوگیا، شکار کر کے واپسی پر بادشاہ نے اپنے مصاحبوں کو ہدایت دی کہ واپسی بھی اسی راستے سے ہونا چاہئے، جن میں وہ انار والا باغ ہے، تاکہ میں ایک مرتبہ پھر خوش ذائقہ وشیریں انار کا رس پی سکوں، جس جیسے ذائقہ دار وشیریں انار کا رس میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پھر دوران گفتگو بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ اتنی مراعات پانے کے باوجود تم لوگ سلطنت سے وفاداری کا حق ادا نہیں کرتے ہو؟ مجھے خیال آیا کہ اس جنگل بیابان میں اتنا سرسبز وشاداب باغ، جس کے پھلوں کا یہ عالم کہ صرف آدھے انار سے پورا پیالہ بھر جاتا ہو، تو اس باغ کی سالانہ آمدنی کتنی ہوگی؟ اس پر تو بڑا محصول لگنا چاہئے، واپسی میں اس خوش ذائقہ انار کا رس پینے کے ساتھ ہی وہاں جانے کا میرا مقصد یہ بھی ہے کہ تم لوگ باریک بینی کے ساتھ پورے باغ میں گھوم پھر کر اس کی سالانہ آمدنی کا تخمینہ لگانا، تاکہ اسی اعتبار سے اس پر سالانہ محصول مقرر کیا جاسکے۔ ''اطاعت گذار مصاحبوں'' نے بادشاہ کی بھرپور تائید کی اور ''اپنی وفاداری'' کا یقین دلاتے ہوئے بادشاہ کو یہ کہہ کر خوش کردیا کہ ہم اتنا بڑا محصول مقرر کرائیں گے کہ پچھلے کی بھی تلافی ہوجائے گی۔

اس عزم وارادہ کے ساتھ پورا قافلہ ایک مرتبہ پھر اس باغ میں پہنچا اور باغ کی رکھوالی کرنے والی بچی نے ایک مرتبہ پھر ان سب کا والہانہ استقبال کیا، بادشاہ نے بچی کے اخلاق اور اس کے باغ کے اناروں کی تعریف کرتے ہوئے اس مرتبہ پھر اسی درخت کے انار کا رس پینے کی خواہش ظاہر کی، بچی خوش خوش اسی پیڑ سے پہلے سے بڑا انار توڑ کر ''اپنے مہمان'' کی فرمائش پوری کرنے کے لئے لائی، مگر یہ کیا؟ اس مرتبہ تو بچی نے پورا انار نچوڑ دیا، پھر بھی پیالہ نہیں بھر سکا، بچی نے جوں ہی دوسرا انار توڑنے کا ارادہ کیا، بادشاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور پیالہ میں موجود جتنا رس تھا اسے پی کر بچی سے سوال کیا کہ بیٹا! یہ کیا ہوا؟ جاتے وقت تم نے اسی پیڑ کا اس سے چھوٹا انار توڑ کر اس کا رس نچوڑا تھا تو آدھے انار ہی سے کٹورا بھر گیا تھا اور اس مرتبہ واپسی پر اسی پیڑ کا اس سے بڑا انار توڑ کر تم نے نچوڑا تو پورے انار سے بھی کٹورا نہیں بھر پایا، یہ کیا ماجرا ہے؟

بچی نے بڑی لاپرواہی کے ساتھ جواب میں کہا کہ میرے مہربان مہمان! لگتا ہے کہ اس ملک کے بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی ہے، یہ یقیناً اسی کا اثر ہے، کیوں کہ بادشاہ کی نیت کا اثر نہ صرف اس ملک کی رعایا پر پڑتا ہے اور ان کی نیتوں میں بگاڑ آجاتا ہے، بلکہ کھیتی باڑی اور باغ باغیچوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے اور پیداوار میں کمی آنے لگتی ہے اور پورا ملک خوش حالی سے بدحالی کی طرف سفر کرنے لگتا ہے۔

بچی کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ اپنے ملک کے بادشاہ سے مخاطب ہوکر اسے اس کی بدنیتی کا آئینہ دکھا رہی ہے، وہ تو ایک اجنبی مہمان کو اس کے سوال کا جواب دے رہی تھی، مگر بادشاہ کو تو علم تھا کہ ایک کم عمر بچی کی رواروی میں کہی ہوئی بات کی زد کس پر پڑ رہی ہے؟ چوں کہ وہ اس دور کا ایک مسلم بادشاہ تھا، جب سارے بادشاہوں کے بادشاہ خدائے ذوالجلال کی طاقت وقدرت کا بڑے سے بڑے دنیادار کو بھی یقین ہوا کرتا تھا اور خدائے ذوالجلال سے ٹکرانے اور مورچہ لینے کی ہمت کوئی بڑے سے بڑا طاقت واقتدار والا بادشاہ بھی نہیں کرپاتا تھا؟

بادشاہ کے دل پر بچی کے جواب سے ایسی چوٹ پڑی کہ وہ بلبلا اٹھا اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ بے ساختہ بچی کو اپنے گلے سے لگاتے ہوئے بچی سے گڑگڑا کر کہا، بیٹا! تم نے میری آنکھیں کھول دیں، تمہارا وہ ''مجرم بادشاہ، میں ہی ہوں، واقعی میری نیت میں فتور آگیا تھا اور میں نے اس جنگل بیابان میں موجود اتنی کثیر آمدنی والے باغ پر بڑا سرکاری محصول لگانے کا فیصلہ کرلیا تھا، کیوں کہ سرکاری خزانے میں جمع ہونے والے محصولات ہی سے تمام رفاہی وعوامی کاموں کا انجام دیا جاتا ہے، چوں کہ ہمیں یہ خیال آیا کہ آبادی سے باہر ایک بیابان علاقہ میں تمہارا یہ باغ ہونے کی وجہ سے تم لوگ بغیر کسی خاص مشقت کے اس کی کثیر آمدنی سے مالا مال ہورہی ہو اور ستم یہ کہ اہل کاروں کی نظروں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے تم لوگ ''ٹیکس چوری'' کا جرم بھی کررہی ہو؟ یہ ملک اور اس کے رعایا کے ساتھ بھی تمہاری غداری وبے وفائی ہے اور تمہیں باغ، ہمیں اس ملک کی حکومت عطا کرنے والے سب بادشاہوں کے بادشاہ کے حکم کی بھی نافرمانی ہے، جس کی تم لوگوں کو ہر حال میں سزا ملنا چاہئے اور ملک کی رعایا کو محصول کے ذریعہ اس کا حق بھی ملنا چاہئے، مگر تم نے میری آنکھ کھول کر مجھے یہ سمجھا دیا کہ میرا فیصلہ غلط تھا، اب میں نہ صرف یہ کہ تمہارے باغ پر کسی قسم کا محصول نہیں لگاؤں گا، بلکہ تم اور تمہارے پورے پریوار کو دربار عام میں بلوا کر سب کا اس بات کے لئے اعزاز واکرام دوں گا کہ تم حق بات بڑے سلقہ کے ساتھ کہنے کی ہمت رکھتی ہو اور چوں کہ اس میں تمہارے والدین اور بڑوں کی دی ہوئی تربیت ہی کا دخل ہے، اس لئے وہ لوگ بھی اعزاز واکرام کے مستحق اور ہمارے ملک کے قابل تقلید باشندے ہیں۔

بادشاہ اور اس کی ان محبت بھری باتوں سے مسرور وشاداں بچی نے چلتے چلتے بادشاہ کو ایک اور نشتر بھی لگانا ضروری سمجھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوکر کہا: ''بادشاہ سلامت! گستاخی معاف ہو تو اب ''اپنے بادشاہ'' سے بھی ایک گذارش کرلوں؟ بادشاہ کے اجازت دینے پر بچی نے کہا، حضور بادشاہ سلامت! آپ نے یہ تو دیکھ لیا کہ جنگل بیابان کے اس باغ سے ''بغیر کسی خاص مشقت'' کے ہم کثیر آمدنی کرنے کے باوجود محصول نہیں ادا کرتے، مگر آپ نے اس پر غور کیا کہ اس کی خاطر ہم نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں؟ نہ صرف شہر اور شہر کی رونقوں کو، بلکہ اپنے کنبہ وخاندان کو، اپنے دوست واحباب کو، خوش نما لباسوں، تہواروں اور اس کی رونقوں اور اس جیسی تمام خواہشوں اور چاہتوں کو تج کر راحتوں سے کنارہ کرلینے کے باوجود بھی ہم اپنے باغ کی آمدنی کے تنہا مالک نہیں ہوسکتے؟ اور ہمیں ''ٹیکس چوری'' کا طعنہ دیا جانا چاہئے؟ اگر اس کے باوجود بھی ہمارے اوپر محصول کی ادائیگی ضروری ہو تو ہمیں ''چور قرار دیئے بغیر اور ہمیں ملک اور ملک کی رعایا کا غدار کہے بغیر'' صرف قانون کے حوالہ سے سمجھا دیا جائے، ہم ہرگز ٹیکس چوری نہیں کریں گے، کیوں کہ ہمارے دلوں میں اپنے اس خالق ومالک کا خوف ہے جس کے سامنے ہماری پیشی ہونا ہے اور اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے''۔ بادشاہ ایک مرتبہ پھر بچی سے ہار گیا اور ندامت کے آنسوؤں نے اس کے چہرہ کو بھگو دیا۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر حکم رواں کو اپنی نیت کے اوپر کڑی نگرانی کر کے رہنا چاہئے، کیوں کہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ حکمراں کی بدنیتی کا اثر ملک کے تمام باشندوں پر بھی پڑتا ہے اور ملک کے وسائل وذرائع پر بھی۔ **(ماخوذ: از البدر)**

اللہ کے ایک ولی کا حیرت انگیز واقعہ

ایک اللہ والے تھے، ان کے بہت سارے خدام تھے، لیکن ایک خادم ایسا تھا جو باؤلا ٹائپ دیکھائی دینے کے باوجود حضرت کا وہ منظور نظر تھا اور حضرت سب سے زیادہ اسی کو چاہتے تھے، جس کی وجہ سے وہ محسود بن گیا، حضرت کو ایک دن خیال آیا کہ اس باؤلے خادم کے منظور نظر ہونے کی علت خفیہ سب کے سامنے آجانی چاہئے، چنانچہ حضرت نے سب کو بلایا اور سب کے ایک ہاتھ میں ایک چاقو اور ایک ہاتھ میں ایک زندہ پرندہ دیدیا اور یہ کہہ کر سب کو رخصت کردیا کہ جاؤ، ایسی جگہ سے ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، چنانچہ تمام خدام گئے، کوئی دس منٹ میں، کوئی پندرہ منٹ میں، کوئی بیس منٹ میں، کوئی آدھے گھنٹے میں پرندہ ذبح کر کے لے آئے، لیکن وہ باؤلا خادم کافی دیر کے بعد واپس آیا اور جب آیا تو ایک ہاتھ میں چاقو اور دوسرے ہاتھ میں زندہ پرندہ تھا۔

حضرت نے اس کے بعد ہر ایک سے پوچھا کہ تم نے کہاں ذبح کیا؟ ہر ایک نے جگہ بتائی، پھر پوچھا کہ کوئی دیکھ نہیں رہا تھا؟ ہر ایک نے جواب دیا حضرت کوئی نہیں، سب سے اخیر میں اس باؤلے خادم کی باری آئی جس کے ہاتھ میں زندہ پرندہ تھا، حضرت نے اس سے پوچھا کہ بیٹا تمہارے سب ساتھی اپنا اپنا پرندہ ذبح کر کے لے آئے، کیا تم کو کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو؟ اس باؤلے خادم نے کہا کہ حضرت آپ نے یہ فرمایا کہ ایسی جگہ سے ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو اور مجھ کو کوئی جگہ ایسی نہیں ملی، جہاں خدا نہ دیکھ رہا ہو۔

یہ جواب سن کر حضرت پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور سارے خدام ششدر وحیران رہ گئے اور سب کی سمجھ میں آگیا کہ یہ منظور نظر کیوں ہے۔

Scanned with CamScanner

عشق و محبت کا سفر

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے یوں تو ہر عبادت کے لیے قدم قدم پر رحمت وعنایت اور اجر وثواب کے وعدے فرمائے ہیں۔نماز وزکاۃ اور روزہ واعتکاف وغیرہ سب پر جنت اور جنت کی بیش بہا نعمتوں کے وعدے کئے ہیں، لیکن تمام عبادات میں ''حج بیت اللہ'' کی شان سب سے نرالی ہے۔ حج گویا دبستانِ عبدیت کا آخری نصاب ہے جس کی تکمیل پر بارگاہِ عالی سے رضا وخوشنودی کی آخری سند عطا کی جاتی ہے: کتنے عجیب انداز سے فرمایا گیا ہے: ''والحج المبرور لیس لہٗ جزاء إلا الجنۃ۔'' (مشکوۃ، کتاب المناسک، الفصل الاول، ص:۱۲۲)''اور حج مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہی ہے۔'' گویا حج مبرور ایک ایسی عالی شان عبادت ہے کہ بجز جنت کے اس کا اور کیا بدلہ ہوسکتا ہے! حج مبرور جس کا بدلہ صرف جنت ہی ہوسکتی ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ اس میں گناہ کی آلودگی اور ریا کاری کا شائبہ نہ ہو، یعنی تمام سفر حج میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے آدمی بچے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حج کیا جائے، بلاشبہ اس شرط کا نبھانا بھی بہت مشکل ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل ہی سے ہی مشکل مرحلہ طے ہوسکتا ہے۔ حج کی ظاہری صورت بھی عجیب وغریب ہے اور اس میں غضب کی جاذبیت ہے، قدم قدم پر عشق ومحبت کی پُر بہار منزلیں طے ہوتی ہیں، سب سے بڑے دربار کی حاضری کا قصد ہے، دل میں دیارِ محبوب کی آرزوئیں مچلتی ہیں، سفر طویل ہے، حلال وطیب توشۂ سفر کا اہتمام کیا جارہا ہے، نیک اور صالح رفیق کی تلاش ہورہی ہے، چشم پرنم کے ساتھ عزیز واقارب سے رخصت ہورہے ہیں، لین دین کا حساب بے باق کیا جارہا ہے، حقوق کی معافی طلب کی جارہی ہے، کوشش یہ ہے کہ اس دربار میں حاضر ہوں تو کسی کا معمولی حق بھی گردن پر نہ ہو، لیجئے! روانگی کا وقت آیا، غسل کر لیجئے اور دو سفید نئی چادریں پہن لیجئے، گویا انسان خود اپنے ارادہ واختیار سے سفر آخرت پر روانہ ہورہا ہے، پہلے غسل سے بدن کے ظاہری میل کچیل کو صاف کرتا ہے اور پھر کفن کی چادریں اوڑھ کر دوگانہ احرام ادا کرتا ہے، اس طرح گویا توبہ وانابت سے دل کے میل کچیل سے اپنے باطن کو پاک صاف کرتا ہے اور ظاہری وباطنی نظافت کے ساتھ شاہی دربار میں نذرانۂ عشق ومحبت پیش کرنے کا عہد کر لیتا ہے۔ ارحم الراحمین نے دعوت دے کر بلایا ہے اور شاہی دربار سے بلاوا آیا ہے، یہ فوراً بیت اللہ الحرام کے شوقِ دیدار میں اس دعوت پر ''لبیک اللّٰھم لبیک'' (میں حاضر ہوں، اے میرے اللہ! میں حاضر ہوں) کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مستانہ وار سوئے منزل روانہ ہوجاتا ہے۔ یہ اس والہانہ وعاشقانہ عبادت کی ابتدا ہے۔ زیب وزینت کے تمام مظاہر ختم، راحت وآسائش کے تمام تقاضے فراموش، نہ سر پر ٹوپی، نہ پاؤں میں ڈھب کا جوتا، نہ بدن پر ڈھنگ کا کپڑا، دیوانہ وار رواں دواں منازل عشق طے کرتا ہوا جارہا ہے، دیارِ محبوب کی دھن میں بادہ پیمائی ہورہی ہے۔

اس بے خود عاشق زار کو جو قلبِ تپاں اور جگر سوزاں لے کر آیا تھا، پہلی مہمانی کے طور پر آبِ زمزم کا تحفۂ شیریں پیش کیا جاتا ہے، جس سے تسکین قلب بھی ہوگی اور جگر کی پیاس بھی بجھے گی اور حکم ہوتا ہے کہ جتنا پانی پیا جاسکے پی لے، خوب دل ٹھنڈا کرلے، کوئی کسر نہ چھوڑے۔ یہاں سے فارغ ہوکر صفا ومروہ کے درمیان چکر لگاتا ہے، پھر منیٰ پہنچتا ہے، پھر اس کے آگے عرفات کا رخ کرتا ہے۔ آج وادیِ عرفات سچ مچ ہنگامۂ محشر کا منظر پیش کررہی ہے، حیرت انگیز اجتماع ہے، رنگا رنگ مختلف شکلیں، مختلف زبانیں، بوقلموں مناظر۔ یہ سب رب العالمین کے دربارِ قدس کے مہمان ہیں۔ یہ شاہی دربار میں عبدیت وبندگی، ضعف وبے کسی، عجز ودرماندگی اور ذلت ومسکنت کا نذرانہ پیش کریں گے اور رضا ومغفرت، فضل واحسان اور انعام واکرام کے گوہرِ مقصود سے جھولیاں بھر کر لے جائیں گے۔ اپنے لیے، اپنے اعزہ واقارب اور دوست احباب کے لیے آج جو کچھ مانگیں گے نقد ملے گا۔ زوال ہوا تو ہر چہار طرف سے آہ وبکا کا شور برپا ہوا، اس کی آواز بھی اس حیرت انگیز طوفانِ گریہ وزاری میں ڈوب گئی، شام تک کا سارا وقت اسی عالم تحیر میں گزارتا ہے، کبھی خوب رو رو کر مانگتا ہے، کبھی ''لبیک اللّٰھم لبیک'' کا نعرہ لگاتا ہے، کبھی تکبیر کی گونج سے زمزمہ آراء ہوتا، کبھی تہلیل سے نغمہ سرا ہوتا ہے، کبھی ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ'' سے وحدانیت وربوبیت کی صدائیں بلند کرتا ہے، عابد ومعبود کا یہ تعلق کتنا دلربا ہے؟ اور بندگی وسرافگندگی کا یہ منظر کس قدر حیرت افزا ہے؟ آفتاب غروب ہوا اور اس دشت پیما نے بوریا بستر باندھ مزدلفہ کا رخ کیا، شب بیداری وہاں ہوگی، مغرب وعشاء کی نماز وہاں پڑھی جائے گی۔ اظہارِ آدابِ بندگی میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے تو وہاں نکالی جائے گی، کبھی رکوع وسجود ہے، کبھی وقوف وقیام ہے، کبھی تہلیل وتکبیر ہے، کبھی تسبیح وتلبیہ ہے۔ گریہ وزاری، دعا ومناجات اور تضرع وابتہال کا نصاب پورا ہوا تو کامیابی وکامرانی کی نعمت سے سرشار ہوکر وہاں سے منیٰ کو چلا۔ دشمنِ انسانیت، عدوِّ مبین، راندۂ بارگاہ، ابلیس لعین کی سرکوبی کے لیے جمرہ کی رمی کی۔ خلیل وذبیح (علیٰ نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام) کی سنتِ قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی دی اور رضائے محبوب کے لیے جان ومال کے ایثار وقربانی کا عہد تازہ کرلیا، وہاں سے بارگاہِ قدس کے مرکز انوار کی زیارت کو چلا اور طوافِ کعبہ کے انوار وبرکات سے دیدہ ودل کی تسکین کا سامان کیا۔ الغرض اس عاشقانہ ووالہانہ عبادت میں دیوانہ وار ایثار وقربانی اور عبدیت وفنائیت کا ریکارڈ قائم کرلیتا ہے اور تجلیاتِ ربانی کے انوار وبرکات سے سراپا نور بن جاتا ہے اور رحمت ورضوان کے تحفوں سے مالا مال ہوکر اور استحقاقِ جنت کی آخری سند لے کر اپنے وطن کو واپس لوٹتا ہے۔ اس طرح بندہ بندگی کا ثبوت دے کر جنت ورضوان الٰہی کی نعمتوں سے سرفرازی کے تمغے وصول کرلیتا ہے:۔ ''والحج المبرور لیس لہٗ جزاء إلا الجنۃ'' کے آخری انعام سے مطمئن ہوجاتا ہے۔ دیکھئے! کس انداز سے عشق ومحبت کی منزلیں طے کی گئیں اور کس کس طرح شاباشوں سے نواز اگیا!!! یہ اس عاشقانہ وعارفانہ عبادت کا بہت ہی مختصر سا نقشہ ہے۔

ظاہر ہے کہ مقصد بہت ہی اعلیٰ ہے، اس لیے کبھی کبھی اس مقصد کے حصول کے لیے امتحان بھی ناگزیر ہوتا ہے، مدتوں کے جمے ہوئے تہ بتہ زنگ وغبار کو دور کرنے کے لیے شدید تنقیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی جان پر امتحان آتا ہے، کبھی مال پر، کبھی رفقاء سے تنہا کرا کر تڑپایا جاتا ہے، کبھی پٹوا کر رُلایا جاتا ہے، کبھی ہر آسائش وراحت چھین کر آخرت کی آسائش وراحت کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ بہرحال یہ راز سربستہ کسی کے بس کی بات نہیں، شانِ ربوبیت کے کریمانہ کرشمے ہیں، شانِ صمدیت کا ظہور ہے اور ارحم الراحمین کی رحمت خفیہ کے شیون ہیں۔ رحمت الٰہی کا ظہور کبھی بصورتِ رحمت ہوتا ہے، کبھی بشکل زحمت، کسی کو چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ عارفین جو دریائے معرفت کے غوطہ زن ہیں وہ بھی سرِ حیرت جھکا کر خاموش ہیں۔ صبر آزما امتحان لیا جاتا ہے، کبھی جوع وخوف سے، کبھی انفس واموال زیر امتحان ہوتے ہیں، رضا بالقضاء کے لیے مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور مہربانی اور شاباش کی بارش ہوتی اور آخر میں جنت کی سند مل جاتی ہے اور ''والحج المبرور لیس لہٗ جزاء إلا الجنۃ'' کا تحفہ عطا کیا جاتا ہے، بلاشبہ عبدیت کا ظہور اور شانِ عشق ومحبت کا مظاہرہ جس طرح حج بیت اللہ الحرام میں ہوتا ہے کسی اور عبادت میں نہیں ہوتا۔ اس موقع پر بے حد ہجوم ہوتا ہے، خدا کی مخلوق زیادہ پہنچ گئی تھی۔ محدود مقامات اور محدود انتظامات میں غیر محدود مخلوق کا انتظام درہم برہم ہوگیا تھا، قیام وطعام کی دشواریاں تھیں، ٹریفک اور مواصلات کا نظام تقریباً بس سے باہر تھا۔ ایک ترکی قوم کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی جن کی دیوہیکل بسوں نے تمام حجاج کرام کو بے بس بنادیا تھا، سڑکیں بند، راستے مشغول، شاہ فیصل کے عہد مبارک کے شاہانہ انتظامات نے بھی عجز وتقصیر کا اعتراف کیا۔ اگرچہ قدم قدم پر حق تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کرم فرما تھی اور شاہ فیصل کے عہد کے برکات بالکل ظاہر وباہر تھے، لیکن پھر بھی حکومتوں کا حج پر کنٹرول کر کے حجاج کے کوٹے مقرر کر کے تحدید کرنے کی مصلحتیں تکوینی طرز پر واضح ہوگئیں، اس سلسلہ میں چند باتیں اور گزارشات ضروری خیال کرتا ہوں۔

تمام حضرات جو حج بیت اللہ الحرام کا ارادہ کریں تمام ضروری مسائل یاد کر کے آئیں۔ فرائض وواجبات کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ بسا اوقات یہ دیکھا گیا کہ لوگ فرائض وواجبات میں تقصیر کرتے ہیں اور فضائل ومستحبات کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس وقت جو صورتِ حال ہے قانونی وفقہی احکام کے پیش نظر تو یہ امید رکھنا بہت مشکل ہے کہ یہ عبادت صحیح ادا ہوئی یا یہ حج مبرور ہوگا۔ صحیح طواف کیسے ہو؟ اور اس میں کیا کیا باریکیاں ہیں؟ اگر ایک قدم طواف کا ایسا ادا ہو کہ بیت اللہ کی طرف سینہ ہوجائے تو سارا طواف بیکار ہوگیا، اگر شروع کرنے میں حجر اسود سے تقدم ہوگیا تو طواف میں نقصان آجاتا ہے، اگر ایک انچ ہٹ کر طواف شروع کیا تو سرے سے طواف ہوا ہی نہیں، خاص کر ازدہام وہجوم میں صحیح طواف کرنا بے حد دشوار مرحلہ ہے، عورتیں مردوں کے درمیان کھڑی ہوجاتی ہیں، ایک عورت اگر صف میں مردوں کے درمیان کھڑی ہوگئی تو تین مردوں کی نماز غارت ہوگئی، جو شخص دائیں ہو جو بائیں ہو، جو اس سیدھ میں پیچھے ہو۔ اگر ایک ہزار عورتیں اس طرح صفوں کے درمیان ہیں تو تین ہزار مردوں کی نماز فاسد ہوگئی۔ دورانِ سفر بہت سی نمازیں قضا ہوجاتی ہیں، اگر فرض نماز قضا ہوگئی تو حج مبرور کی توقع رکھنا مشکل ہے۔ الغرض اس طرح دسیوں مسائل ہیں کہ جن سے عوام تو کیا علماء بھی غافل ہیں۔ رمی جمرات میں تو معمولی عذر پر دوسروں کو وکیل بنایا جاتا ہے، اس طرح وہ توکیل صحیح نہیں ہوتی، دم لازم آجاتا ہے، غور کرنے سے محسوس ہوا کہ جہاں تک مسائل واحکام کا تعلق ہے مشکل سے یہ کہا جائے گا کہ یہ حج صحیح ادا ہوگیا، لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کاملہ کے پیش نظر کوئی بعید نہیں کہ اگر نیت صحیح ہو اور جذبہ سچا ہو تو تمام کوتاہیاں اور قانونی فروگزاشتیں سب معاف ہوں اور ارحم الراحمین کی رحمت عامہ سے یہی امید ہے کہ اپنے گنہگار بندوں کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اپنی رحمت ونعمت سے نوازے اور نہ معلوم کس کی کون سی ادا قبول ہوجائے اور کیا کچھ خزانہ رحمت سے ملے اور بلاشبہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کاملہ کی موسلا دھار بارش میں کوئی بدنصیب ہی محروم رہے گا، ہوسکتا ہے کہ چند مقبولینِ بارگاہ کے طفیل سب کا حج قبول ہو، اس کی شان کریمی کے سامنے سب کچھ آسان ہے۔

کاش! اگر حق تعالیٰ کی اتنی مخلوق قانون کے مطابق جذباتِ صادقہ سے والہانہ انداز سے یہ فریضہ ادا کرتی تو امت کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور تمام عالم میں ان نمائندگانِ بارگاہِ قدس کا فیض جاری ہوتا۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ کوشش کی جائے کہ قانون کی رو سے بھی صحیح حج ہو اور نیت وجذبہ بھی سچا ہو اور قدم قدم پر تقصیر کا احساس ہو اور یہ تصور مستمر قائم ہو کہ اس حریمِ قدس میں حاضری کے آداب کی اہلیت کہاں؟ ہم جیسے ناپاکوں کو اس سرزمین میں حاضری کی دعوت دی گئی اور پہنچ گئے، یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا عظیم احسان ہے کہ اس مقدس زمین اور بقعۂ نور میں سراپا ظلمات والے کو جگہ عطا فرمادی۔ توقع ہے کہ اس احساس سے بارگاہِ قدس میں شرف قبولیت نصیب ہو۔ یہ جو کچھ بیت اللہ کی عظمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ بہت سطحی حقائق کے درجہ میں بات عرض کی گئی، ورنہ جو حقائق واسرار عارفین وکبار صوفیاء کرام: شیخ اکبرؒ، امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ، حضرت شیخ سید آدم بنوریؒ، شاہ عبدالعزیزؒ اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ جمیعًا نے بیان فرمائے ہیں وہ دائرہ بیان سے بالاتر ہیں۔

راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''بغیۃ الأریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب'' کے آخر میں کچھ تھوڑا سا حصہ بیان کیا ہے۔ بہرحال کعبۃ اللہ اس مادی کائنات میں شعائر اللہ میں داخل ہے، نماز میں اگر حق تعالیٰ شانہٗ سے مناجات وہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے تو حج میں حق تعالیٰ کے گھر میں مہمانی کا شرف ومجد حاصل ہے۔ جب ہم کلامی کی عظمت بیت الحرام میں نصیب ہو اور دونوں عظمتیں جمع ہوجائیں تو جو کچھ بھی اس کا درجہ ہوگا تصور وخیال سے بالاتر ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ انتہائی تعظیم وادب کی ضرورت ہے، لیکن آج کل ہماری غفلت وجہالت سے جو صورت حال ہے وہ ظاہر ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری تمام عبادات کی صرف صورت رہ گئی روح نکل گئی ہے۔ تمام عبادات بے جان لاشے ہیں، اگر ان میں جان ہوتی تو آج امت محمدیہ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ حق تعالیٰ کی رحمت ہے اور اسلام کا حکیمانہ نظام ہے کہ مساجد بھی بیوت اللہ ہیں: آخری سب سے بڑا مرکزی گھر وہ مسجد حرام وہ بیت الحرام ہے، جس سے عالم میں بجز اس مقام کے جہاں حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے ہیں کوئی مقدس قطعہ نہیں، جہاں پر حق تعالیٰ کی طرف سے انوار کی موسلا دھار بارش برستی ہے، فرشتے طواف کے لیے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ حق تعالیٰ مسلمانوں اور حجاج کرام کو توفیق نصیب فرمائے کہ اس مقام کی صحیح معرفت نصیب ہو، بقدر طاقت بشری حق ادا کرسکیں۔

Scanned with CamScanner

موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داریاں

محمد نصیر اصلاحی

آج زبان پر حالات کا لفظ آتے ہی ذہن و دماغ پر اس کی ناسازگاری کا تصور بھی ابھرنے لگتا ہے۔ کیا کیا جائے آج حالات ہی کچھ ایسے ناگفتہ بہ ہوگئے ہیں۔ اس وقت ملت اسلامیہ ہند کی صورت حال ہم سب کے لئے انتہائی کربناک اور المناک ہے۔ اس کی کیفیت خون کے آنسو رلاتی ہے۔ اگر ایک طرف ملت کی علمی، دینی، اخلاقی، روحانی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی کوئی بھی پہلو قابل اطمینان نہیں ہے۔ تو دوسری طرف فرقہ پرست قوتیں اس سے اس کا نظریہ حیات اور اس کی مخصوص شناخت چھین لینے کے درپہ ہیں۔ باطل کے علم برداران اس کے فکر وشعور کو ختم کرنے کے منصوبے بنارہے ہیں۔ ہمارے دینی اداروں، ہماری عبادت گاہوں، ہمارے مقابر اور اوقاف اور ہماری تہذیب و ثقافت ہر ایک کے متعلق گھناؤنی سازشوں اور ناپاک عزائم کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اب تو اذان، نماز اور لباس کو بھی اس ملک کے لئے خطرہ قرار دیا جارہا ہے۔ مسائل کا کہاں تک ذکر کیا جائے۔ ہر طلوع ہونے والا سورج ہمارے مسائل کی فہرست میں کسی نہ کسی مسئلہ کا اضافہ ہی کر جاتا ہے۔ آج اسی ملک میں مسلمانوں کے ساتھ غیروں اور اجنبیوں کا سا برتاؤ کیا جارہا ہے جس کو انہوں نے اپنا وطن بنایا۔ صدیوں تک اس کو اپنے خون اور پسینہ سے بنایا اور سنوارا۔ بیش بہا قربانیاں دے کر انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرایا۔ ان کی دوکانوں، مکانوں اور املاک و جائداد کو تباہ و برباد کرنا اب معمولی واقعات ہیں بلکہ دن بہ دن ان کا خون بھی ارزاں ہوتا جارہا ہے۔ ان کے لئے اب عدل و انصاف کا حصول اتنا ہی دشوار اور مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ تخریب پسند عناصر مسلمانوں کو اذیت دینے اور نقصان پہنچانے کا کوئی چھوٹا سے چھوٹا موقع بھی ضائع نہیں ہونے دیتے۔ بھارت میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں مگر سمندر کی جھاگ کی طرح بے وزن اور بے حیثیت۔

اس وقت ہمارے ملک کو اور بھی کئی مسائل اور چیلنجز درپیش ہیں۔ یہاں حصول اقتدار کے لئے فریب، جھوٹ اور دھوکہ دہی کا راستہ اختیار کیا جارہا ہے۔ سیاسی اغراض و مفادات کے حصول کے لئے وطن عزیز میں فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دی جارہی ہے۔ مذہبی شدت پسندی بڑھتی جارہی ہے۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور رواداری کے جذبات ختم ہوتے جارہے ہیں۔ اقلیتوں کو ان کے دستوری اور شہری حقوق سے محروم اور جمہوری اداروں کو آہستہ آہستہ کمزور کیا جارہا ہے۔ حق و انصاف کے لئے آواز بلند کرنے والے پابند سلاسل کئے جارہے ہیں اور مجرم آزاد ہو رہے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کی ایک یہ مختصر تصویر ہے۔ ایسے ماحول میں ہر وہ فرد گھٹن محسوس کرتا ہے جو آزادی کے ساتھ اپنے عقیدہ، نظریہ وفکر کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسے حالات میں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ کیا ہم بھی دوسروں کی مانند گھٹ گھٹ کر جیتے رہیں، ہم بھی حالات کا رونا روتے رہیں، حالات کے بگاڑ اور فساد کی شکایت ہم بھی کرتے رہیں یا یہ سوچ کر مایوس ہوجائیں کہ یہ تو نوشتۂ تقدیر ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی سوچ اور فکر مرد مومن کے شایان شان نہیں ہے۔ ہمارا بہ حیثیت مومن زندگی گزارنے کا دعویٰ ہی اپنے نظریہ وفکر کے مطابق اک جہان نو تعمیر کا عزم و اعلان ہے۔ بہ قول شاعر مشرق ان میں سے کوئی بھی رویہ اختیار کرنا ہماری شکست سمجھی جائے گی:

گریز کش مکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

ہمارے وجود کا مقصد ہی زمین سے ہر طرح کے ظلم و ناانصافی، جھوٹ اور شر، فتنہ وفساد کو ختم کر کے حق و صداقت اور عدل و قسط کی بنیاد پر نئی دنیا کی تعمیر ہے۔ بندۂ مومن کی نگاہ میں محض خس و خاشاک اور اینٹ اور پتھر سے تعمیر کی ہوئی دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''اب تو دنیا میں تم وہ بہترین گروہ ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔ (سورہ آل عمران: 100) فساد کی اصلاح اور شر کو خیر سے تبدیل کرنا مومن کی اصل ذمہ داری ہے۔ اگر وہ بھی حالات کا رونا رونے لگے، حالات کی شکایت کرنے لگے تو اس کی مثال ایسے ہی ہوگی جیسے چراغ روشنی اور نور کے بجائے اندھیرا اور تاریکی پھیلانے لگے۔ کامیاب لوگ وہ ہیں جو اپنی زندگیوں کے لئے دنیا کو الزام بدل سکتے ہیں۔ ہمیں تبدیلی کے بارے میں اللہ کی اس سنت کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی روش نہیں بدل دیتی''۔ (سورۃ الرعد: 11) اس آیت کی تلاوت ہم نے بار بار کی ہوگی۔ اس آیت کو عنوان بنا کر علماء نے بے شمار تقریریں کی ہوں گی۔ اس موضوع پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہوگا مگر ہم میں سے کتنے لوگوں نے ٹھہر کر غور کیا ہے کہ یہ آیت انقلاب اور تبدیلی کے پہلے قدم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس قدم کے بغیر تبدیلی کا سفر شروع ہی نہیں کیا جاسکتا۔ انقلاب اور اصلاح کا ہمارا منصوبہ اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب اس کا Action Plan اس آیت کے مطابق تیار کیا گیا ہو۔

علماء کرام امت کے قائدین ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں دوسروں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہیں، کیوں کہ اللہ نے انہیں اپنا نور (علم) عطا فرمایا ہے اور وہ انبیائی مشن کے امین ہیں۔ تمام قائدین میں ایک خاص خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک Vision رکھتے ہیں۔ تبدیلی اور انقلاب کا Vision۔ دوسرے یہ کہ انھیں یقین ہوتا ہے کہ ایک دن ان کے Vision کے مطابق حالات تبدیل ہوں گے۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات میں یہ واقعہ ضرور ہمارے مطالعہ میں آیا ہوگا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کی دیوار کے سائے میں آرام فرما رہے تھے۔ حضرت خباب بن ارتؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اہل ایمان پر مشرکین مکہ کے کئے جانے والے مظالم کی شکایت کی اور عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اللہ سے مدد نہیں مانگتے؟ یہ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا: تم سے پہلے داعیان حق کو اسی طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا کہ زمین میں انہیں گڑھا کھود کر کھڑا کر دیا جاتا پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور کسی کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں چلا کر اس کے گوشت کو ہڈیوں سے الگ کرلیا جاتا۔ مگر یہ سزا ان کو ان کے دین سے نہ روک سکی۔ اللہ کی قسم یہ کام پورا ہوکر رہے گا یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا مگر اللہ کے خوف کے علاوہ اسے کسی اور کا خوف نہ ہوگا۔ یہ واقعہ مکہ کے بالکل ابتدائی دور کا ہے۔ اس وقت تک صرف پانچ افراد ایمان لائے تھے اور حضرت خباب بن ارتؓ چھٹے ایمان لانے والے فرد تھے۔ اس وقت اسلام انتہائی کمزور حالت میں تھا اور بہ ظاہر دعوت اسلامی کی کامیابی اور غلبہ کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے۔ مگر آج ہمیں جیسے ہر رات کے بعد صبح ہونے کا یقین ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلامی کے غالب آنے اور کامیابی کا یقین کامل تھا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعوت کی کامیابی کے نتیجہ میں اس زمین پر اس طرح امن و امان قائم ہوجائے گا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے سوا کسی اور کا ڈر اور خوف نہ ہوگا۔

اگر ہم بھی حالات کو تبدیل کرنے کی خواہش اور تمنا رکھتے ہیں تو ہمارے لئے بھی ایسا ہی ویژن ضروری ہے۔ محض تمناؤں اور آرزوؤں سے کبھی کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ جان، مال، وقت اور صلاحیت لگائے بغیر کوئی عمل ثمر آور نہیں ہوسکتا۔ اس ویژن کی مختصر توضیح یہ ہے کہ ہمارے ائمہ مساجد جن مساجد میں وہ امام ہیں وہاں کے مصلیان، اور ہمارے علماء جن محلوں اور بستیوں میں رہتے ہیں وہاں کے باشندگان کا علمی، فکری، دینی، اخلاقی اور دعوتی سروے کریں۔ پھر آئندہ دس سالوں کا ایک جامع منصوبہ ترتیب دیا جائے۔ جس میں بہت واضح اہداف طے ہوں کہ اگلے دس سالوں میں وہاں کے باشندگان میں کس قدر علمی وفکری بلندی لائی جاسکے گی۔ ان کی دینی و اخلاقی صورت حال کیا ہوگی۔ وہاں کا دعوتی ماحول کیا ہوگا۔ اس کے بعد بنائے گئے نقشہ کے مطابق کام شروع کردیا جائے۔ ہر دو سال کے بعد جائزہ لیا جاتا رہے کہ اہداف کس قدر حاصل ہوئے ہیں اور ابھی منزل تک کتنا سفر باقی ہے۔ اگر اس طرح منصوبہ بند اور جامع کام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں مطلوبہ تبدیلی نہ ہوسکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے ائمہ مساجد اپنے کو صرف پنج وقتہ نمازوں کا امام نہ سمجھیں بلکہ اس تصور کے ساتھ خدمت کریں کہ وہ معاشرہ اور سماج کے بھی امام ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کی تربیت بھی ان کی اہم ذمہ داری ہے۔ اور علماء کرام صرف مدارس و مکاتب کی حد تک اپنے رول کو محدود نہ کرلیں بلکہ ان کے فکر و نظر میں نیلگوں آسمان کی سی وسعت ہو جس کو آج کی زبان میں Blue Sky Thinking کہا جاتا ہے۔ اپنے محلوں اور بستیوں کی اصلاح و تبدیلی ان کے لئے ترجیح اول ہو۔ انسانی تاریخ میں سب سے اہم دریافت یہ ہے کہ آپ وہی ہوتے ہیں جس کے بارے میں زیادہ سوچتے ہیں۔ قائد کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ مستقبل کے متعلق سوچتا ہے۔ وہ اپنے ہدف اور مقصد کے متعلق سوچتا ہے کہ اسے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اپنے خوابوں کے مطابق تعمیر جہاں کا اس کے پاس مکمل نقشہ اور واضح روڈ میپ ہوتا ہے۔ اصلاح و تبدیلی کے اس منصوبے میں معاشرہ کے ذمہ داران، مساجد کے ٹرسٹیان اور دیگر افراد کو بھی آگے بڑھنا ہوگا۔ علماء اور ائمہ کو ان کے مقام و مرتبہ اور ان کی خدمات کے شایان شان وسائل اور سہولیات فراہم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

ایک مسلمہ حقیقت یہ ہے کہ ہر ملت کے مسائل کا حل اسی ملت کے پاس ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا انھیں حل نہیں کرسکتا۔ ہم تو وہ باسعادت ملت ہیں کہ دنیا کے سارے مسائل کا حل اور سارے امراض کا نسخۂ کیمیا ہمارے پاس ہے۔ مسائل کی نفسیات یہ ہے کہ اگر انہیں حل نہ کیا جائے تو یہ مسائل قوموں اور ملتوں کو ہی حل کردیتے ہیں۔ مسائل بہت دنوں تک حل کا انتظار نہیں کرتے۔

اللہ نے ہر دور میں ایسے علماء پیدا کئے جنہوں نے امت کو خطرات سے نکالا ہے اور ملت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اسلام کی تاریخ ایسے مردان کار کی سعی و عمل سے روشن ہے جنہوں نے وقت کے بگاڑ کو دور کرنے کے لئے قوت اور صحیح منصوبہ بندی کی، انتہائی جرأت و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور ہر طرح کی قربانی دے کر زمین سے فساد کو ختم کیا۔ آج کے حالات کا ہم سے اسی فراست، جرأت و استقامت، جہد و عمل اور ایثار و قربانی کا مطالبہ ہے۔ اب تاریخ کے اس اہم اور نازک موڑ پر ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ تمام مسائل و مشکلات کے باوجود اس ملک اور ریاست میں ابھی کام کے بہت سارے مواقع حاصل ہیں۔ اگر ہم اس وقت صحیح منصوبہ بندی نہ کرسکے تو ہونے والے نقصان کی تلافی برسوں نہ کی جاسکے گی۔ ہمیں ملت کے ساتھ اپنے ملک کو بھی تباہی اور ہلاکت سے بچانے کی فکر کرنی ہے۔ ہم ملک و ملت دونوں کے خیر خواہ ہیں۔ اللہ نے اصلاح و تبدیلی کا کام پہلے بھی انسانوں سے لیا اور آج بھی یہ کام ان ہی کے ذریعہ لے گا۔ اس ملت کا روشن مستقبل ملت کے علماء اور امت کے ائمہ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں آگے بڑھ کر ایسے جہاں کی تعمیر کرنی ہے جسے ہم اپنا جہاں کہہ سکیں۔ شاعر مشرق علامہ کیا خوب کہا ہے:

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

Scanned with CamScanner

محمد عادل فریدی

امریکہ نے سوڈان میں متحارب فریقوں پر پابندیاں عائد کردیں

امریکہ نے سوڈان کے متحارب دھڑوں پر پر پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ واشنگٹن نے یہ اقدام جمعرات یکم جون کو اس افریقی ملک میں متحارب گرپوں کی طرف سے ملکی امن، سلامتی اور استحکام کو خطرے میں ڈالنے پر اٹھایا۔ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے سوڈانی مسلح افواج (ایس اے ایف) اور نیم فوجی ریپڈ سپورٹ فورسز (آر ایس ایف) کی طرف سے کی گئی کارروائیوں کے لیے جوابدہی یقینی بنانے کے لیے ان اقدامات کا اعلان کیا۔ بلنکن نے ایک بیان میں کہا کہ امریکہ ان افراد پر ویزے کی پابندیاں عائد کرے گا، جو سوڈان کی جمہوری منتقلی کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار یا اس میں ملوث ہیں، ان افراد پر اقتصادی پابندیاں بھی عائد کی جائیں گی اور سوڈان کے لیے امریکی ٹریول ایڈوائزری اپ ڈیٹ کی جائے گی۔ یہ پابندیاں ایس اے ایف اور آر ایس کی طرف سے جدہ میں جنگ بندی کے معاہدے کی خلاف ورزی کے جواب میں عائد کی گئی ہیں، خلاف ورزیوں میں لوٹ مار، شہریوں کی رہائش گاہوں اور انفراسٹرکچر پر قبضے اور حملے، فضائی بمباری اور توپ خانے کا استعمال، حملے اور ممنوعہ نقل و حرکت، اور انسانی امداد اور ضروری خدمات کی بحالی میں رکاوٹ'' شامل ہیں۔ ہارن آف افریقہ یا قرن افریقہ میں واقع سوڈان میں طویل عرصے سے اقتدار کے لیے کشمکش جاری ہے۔ تاہم اس میں پندرہ اپریل کو اس وقت مزید شدت آ گئی، جب ڈی فیکٹو صدر عبدالفتاح البرہان کی سربراہی میں سوڈانی فوج اور ان کے ماتحت سابق نائب محمد ہمدان دقلو کے نیم فوجی یونٹوں کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ ان دونوں جرنیلوں نے 2021 میں ایک ساتھ مل کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا لیکن بعد میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کی حمایت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

روہنگیا مہاجرین کے لیے امدادی خوراک میں کمی کے سنگین اثرات

اقوام متحدہ نے خبردار کیا ہے کہ امدادی خوراک میں کمی سے بنگلہ دیش میں مقیم لاکھوں روہنگیا مہاجرین کی صحت کو سنگین خطرات لاحق ہوسکتے ہیں، عالمی ادارے نے فنڈز کی کمی کے سبب اس امداد میں دوسری مرتبہ کٹوتی کا اعلان کیا ہے۔ بنگلہ دیش میں اقوام متحدہ کی خاتون کوآرڈینیٹر گوین لیوس نے بتایا کہ اس عالمی ادارے کے فنڈز میں 56 ملین ڈالر کی کمی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے ورلڈ فوڈ پروگرام کو امداد کے طور پر خوراک کی فراہمی میں تخفیف کا فیصلہ کرنا پڑا ہے۔ اس تخفیف کے وجہ سے اب بنگلہ دیش میں روہنگیا مہاجرین کو ماہانہ صرف آٹھ امریکی ڈالر یا یومیہ صرف 27 سینٹ مالیت کے برابر راشن فراہم کیا جا سکے گا۔ گوین لیوس نے بتایا کہ اس سے قبل اسی سال مارچ میں بھی ایسے راشن کے لیے فی کس ماہانہ امداد 12 ڈالر سے گھٹا کر 10 ڈالر کردی گئی تھی۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل کی طرف سے نامزد کردہ تین آزاد اور غیر جانب دار ماہرین کا کہنا ہے کہ غذائی امداد میں اس تخفیف کے بالخصوص خواتین اور بچوں اور روہنگیا مہاجر برادری کے کمزور ترین طبقات پر تغذیہ اور صحت کے حوالے سے تباہ کن اثرات مرتب ہوں گے۔ اس لیے ہم فوری بین الاقوامی امداد کی اپیل کرتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں اس وقت دس لاکھ سے زائد روہنگیا مسلم مہاجرین نے پناہ لے رکھی ہے جو اکثریتی طور پر بدھ مت کی پیروکار آبادی والے پڑوسی ملک میانمار میں اپنے خلاف ہونے والی زیادتیوں سے جان بچا کر وہاں گئے تھے۔ ان میں سے تقریباً ساڑھے سات لاکھ افراد اگست 2017 میں میانمار میں اپنے خلاف فوجی کارروائیاں شروع ہونے کے بعد سرحد پار کرکے بنگلہ دیش میں داخل ہوئے تھے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کئی حکومتوں نے روہنگیا مہاجرین کی مدد کے لیے زبانی جمع خرچ تو بہت کیا لیکن وہ بنگلہ دیش کو ان مہاجرین کی مدد کے لیے انسانی بنیادوں پر خاطر خواہ امداد فراہم کرنے میں ناکام ہی رہیں۔ ماہرین نے خبردار کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ایسے ممالک کو اب اپنی بند تجوریوں کو کھولنے اور مسئلے کا پائیدار حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے، یہ وقت زبانی جمع خرچ کرنے کے بجائے عملی اقدامات کا وقت ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

شدید اعتراضات کے بعد برطانیہ کا اسکولوں میں جنسی تعلیم پر نظرِ ثانی

برطانیہ نے اسکولوں میں جنسی تعلیم کے نصاب کا ماہرین کے پینل کے ذریعے جائزہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق برطانیہ کے اسکولوں میں جنسی تعلیم کا جائزہ لینے کے لیے ماہرین پر مشتمل پینل قائم کریا گیا جس میں ستمبر میں تازہ ترین رہنمائی کی جائے گی تاکہ کوئی بھی پریشان کن یا نامناسب مواد طلبہ تک نہ پہنچنے کی یقین دہانی کرلی جائے۔ یہ جائزہ ٹیچنگ یونینز کے خدشات کے پیش نظر کیا جارہا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ بچوں کو ایسے تصورات سکھائے جارہے ہیں جسے سمجھنے کے لیے وہ بہت چھوٹے یا ان کی عمر اس کے لیے نامناسب ہے۔ اس سے قبل کنزرویٹو کی رکن اسمبلی مریم کیٹس نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ بچوں کو نامناسب تصاویر کی مدد سے اورل سیکس سے متعلق اسباق اور اس دوران اپنے پارٹنر کو کس طرح دم گھٹنے سے بچایا جاسکتا ہے، سکھایا جاتا ہے۔ جس پر برطانوی وزیراعظم رشی سونک نے اعلان کیا تھا کہ اسکولوں میں جنسی تعلیم کے نصاب پر نظر ثانی کی جائے گی۔ سکریٹری تعلیم گیلین کیگان نے کہا کہ بچوں کی فلاح و بہبود اور ان کی حفاظت ہماری اولین ترجیح ہے، اور میں ان رپورٹوں کے بارے میں والدین اور اساتذہ کے خدشات کا اظہار کرتا ہوں کہ اسکولوں میں نامناسب اسباق پڑھائے جارہے ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

حجاج کرام کی خدمت کے لیے 22,000 سے زائد اہلکار متحرک

سعودی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ آنے والے حج سیزن 1444 ہجری اور 2023 عیسوی کے لیے مکمل طور پر تیار ہے۔ اس ضمن میں حرمین شریفین میں آنے والے عازمین کو اعلیٰ معیار کی خدمات فراہم کرنے کے لیے وسیع منصوبے اور پروگرام بنائے ہیں۔ مکہ میونسپلٹی کے ترجمان اسامہ زیتونی کے مطابق سیکرٹریٹ نے عازمین حج کی حفاظت، سلامتی اور آرام کو یقینی بنانے کے لیے ضروری میکانکی مدد کے ساتھ بڑی تعداد میں افرادی قوت کو جمع کیا ہے۔ جملہ 3,159 افراد پر مشتمل اپنے موجودہ عملے کے علاوہ سیکرٹریٹ نے حج سیزن کے لیے 22,000 اہلکاروں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اس میں صفائی کے ٹھیکیدار کے 14,000 ملازمین، آپریشن، دیکھ بھال، روشنی، صفائی کی سہولیات اور ذبح کرنے والے یونٹس کے ٹھیکیداروں کے عملے کے 3,600 ارکان اور اسکاؤٹس کے 300 معاون ارکان شامل ہیں۔ یہ فورسز مقدس مقامات پر 13 ذیلی میونسپلٹیز، تین ماتحت میونسپلٹیز اور 28 سروس سینٹرز میں تعینات ہوں گی۔ (نیوز۔18)

بینک اکاؤنٹ سے پیسہ چوری کرنے کا نیا طریقہ

موبائل بینکنگ کے اس دور میں دھوکہ بازوں نے دھوکہ دہی کے نئے نئے طریقے ڈھونڈ لیے ہیں۔ پچھلے کچھ سالوں میں ہندوستان میں ڈیجیٹل ادائیگی کا رجحان بہت تیزی سے بڑھا ہے۔ ڈیجیٹل ادائیگی کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن اگر آپ کو علم نہیں تو یہاں آپ کے ساتھ فراڈ بھی ہوسکتا ہے۔ صارفین کو کچھ معمولی غلطیوں سے گریز کرنا چاہیے۔ حال ہی میں، دھوکہ دہی کا ایک معاملہ سامنے آیا ہے، جس میں او ٹی پی بتائے بغیر ہی اکاؤنٹ کو ہیک کرلیا گیا اور پیسے چوری کرلیے گئے۔ نئے طریقے میں، بینک سے منسلک آپ کے یو پی آئی اکاؤنٹ کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ آپ کے لیے بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آنے والے ایسے واقعات کو جاننا ضروری ہے تاکہ آپ اس کا شکار نہ بن جائیں، اگر کوئی نامعلوم شخص آپ سے فون پر اس قسم کا کام کرنے کو کہے تو فوراً فون منقطع کردیں اور نمبر کو رپورٹ کردیں۔ اس سے آپ نہ صرف اپنی حفاظت کریں گے بلکہ مزید لوگوں کی مدد بھی کرسکیں گے۔

کیسے ہو رہی ٹھگی؟ آئیے اسے ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ یہ ایک سچے واقعے پر مبنی ہے بس نام بدل دیا گیا ہے۔ راہل نامی 25 سالہ شخص نے XYZ شاپنگ ویب سائٹ سے 30,000 روپے مالیت کا فون آرڈر کیا۔ فون 17 مئی کو ڈیلیور ہونا تھا لیکن راہل کو 16 مئی کو کال موصول ہوئی اور کال کرنے والے نے اپنا تعارف XYZ کمپنی کے کسٹمر کیئر کے طور پر کرایا، اس کے بعد انہوں نے راہل کو اپنے سامان وغیرہ کی تفصیلات بتائی اور کہا کہ انہیں پتہ کی تصدیق کرنی ہے۔ حالانکہ راہل نے اپنا پتہ پہلے ہی شاپنگ ویب سائٹ پر ڈال دیا تھا۔ اس لیے اب یہ شک مزید پختہ ہوگیا ہے کہ یہ کسی ٹھگ کی کال ہے، راہل نے بات جاری رکھی اور ٹھگ نے کہا کہ آپ کو ایک لنک بھیجا جارہا ہے، آپ کو اس پر کلک کرکے ایڈریس کی تصدیق کرنی ہوگی۔ جب راہل نے اس پر کلک کیا تو یو پی آئی ادائیگی کا گیٹ وے کھل گیا۔ اس میں ان کے بینک کی تفصیلات مانگی گئی تھیں۔ راہل نے جب ٹھگ سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ پتہ کی تصدیق کے لیے راہل کو پہلے 5 روپے ادا کرنے ہوں گے، ظاہر ہے کہ اگر بینک کی تفصیلات درج کی جاتیں تو بینک اکاؤنٹ خالی ہوجاتا۔ اس کے بعد راہل نے اس سے کہا کہ وہ سمجھ گئے ہیں کہ آپ کسٹمر کیئر نہیں بلکہ ٹھگ ہیں، اس کے ساتھ راہل نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس نے اس واقعہ کا ویڈیو بنایا ہے، یہ سن کر ٹھگ غصے میں آ گیا اور ویڈیو ڈیلیٹ کرنے کی دھمکی دی۔ اس کے بعد فون کاٹ دیا۔ اس لیے اس طرح کا کوئی بھی کال آئے اور کوئی او ٹی مانگا جائے یا بینک کی تفصیلات معلوم کی جائیں یا کسی لنک پر کلک کرنے کو کہا جائے تو ہرگز نہ کریں، فوراً کال کٹ کردیں۔ اپنے بینک اکاؤنٹ کے سلسلہ میں کوئی بھی خفیہ معلومات کسی کو نہ دیں۔ خود بھی محفوظ رہیں اور دوسروں کو بھی بیدار کریں۔ (نیوز۔18)

حجاب کو لے کر کرناٹک کے وزیر تعلیم کا بیان: طالبات کے مفاد میں ہوگا فیصلہ

کرناٹک کے اسکولوں اور کالجوں میں حجاب پر پابندی کے مسئلے میں ریاست کے وزیر تعلیم مدھو بنگرپا نے کہا ہے کہ کانگریس حکومت ایسا فیصلہ لے گی، جس سے سبھی طالبات کو فائدہ ہوگا۔ صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کرناٹک کے وزیر تعلیم نے تسلیم کیا کہ حجاب کے مسئلے پر کچھ قانونی رکاوٹیں تھیں، لیکن ہم ایک فیصلہ لیں گے، جس سے تمام طالبات کو فائدہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سبھی طالبات کے مفاد کو دھیان میں رکھتے ہوئے قانونی طور پر اس مسئلے کو آگے بڑھائیں گے۔ حجاب تنازعہ پر ریمارک کرنے سے انکار کرتے ہوئے بنگرپا نے کہا کہ معاملہ فی الحال عدالت میں ہے اور محکمہ قانون اسے قانونی طور سے لڑے گا۔ اس پر آگے ریمارک کرنا غلط ہوگا۔ بنگلورو میں سی ایم سدارامیا سے پیر کو تقریباً 30 ماہرین تعلیم نے ملاقات کی اور تعلیم کے شعبے میں اصلاحات کے مختلف مطالبات کے حوالے سے ایک میمورنڈم سونپا۔ انہوں نے میمورنڈم میں کہا کہ حجاب کے تنازع کی وجہ سے ہزاروں لڑکیاں تعلیم سے محروم ہیں۔ ریاست میں دسمبر 2021 میں ایک تنازعہ کھڑا ہوا تھا، جب اوڈوپی ضلع میں ایک سرکاری پری یونیورسٹی کالج کے چھ طلبہ نے ہیڈ اسکارف پہننے کی وجہ سے کلاسوں میں جانے سے منع کیے جانے کے خلاف احتجاج کیا۔ یہ معاملہ گزشتہ سال 31 جنوری کو کرناٹک ہائی کورٹ میں اس وقت پہنچا جب ریاستی حکومت نے حجاب پہننے والے طالبات کے کلاسوں میں داخلے پر پابندی کا حکم دیا۔ وہیں، ہائی کورٹ نے فیصلہ سنایا تھا کہ حجاب اسلام کے پریکٹس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے گزشتہ سال اکتوبر میں اس مسئلے کو ہندوستان کے چیف جسٹس ڈھنجئے وائی چندر چوڑ کی قیادت والی بنچ کو بھیج دیا تھا۔ کانگریس کے انتخابی منشور کی کمیٹی کے نائب صدر رہے بنگرپا نے منگل کو کہا، ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ طالبات اسکولوں میں تعلیم لینے آتی ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس میں کوئی رکاوٹ آئے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ (نیوز۔18)

NCERT نے دسویں کے نصاب سے ہٹایا پیروڈک ٹیبل

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (NCERT) مسلسل بحث میں بنا ہوا ہے۔ این سی ای آر ٹی نے 10 ویں نصاب سے عناصر کی متواتر درجہ بندی، جمہوریت، سیاسی پارٹی (پورا صفحہ)، جمہوریت کے چیلنجز کے پورے باب کو ہٹا دیا ہے۔ این سی ای آر ٹی کا دعویٰ ہے کہ اس نے طلبہ پر نصاب کا بوجھ کم کرنے کے ارادے سے ایسا کیا ہے۔ این سی ای آر ٹی کا کہنا ہے کہ کووڈ کے دور میں باقاعدہ کلاسز کا انعقاد نہیں کیا گیا تھا۔ اب ان طلبہ پر پڑھائی کا بوجھ اچانک بڑھ گیا ہے، ایسے میں اسے کم کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ، ماہرین تعلیم نے این سی ای آر ٹی کے اس فیصلے پر اعتراض کیا ہے۔ ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ دسویں جماعت کے نصاب سے ایسے ابواب نکالے جارہے ہیں جو طلبہ کی ذہنی نشو و نما کے لیے ضروری ہیں۔ پیروڈک ٹیبل کیمسٹری سمجھنے کے لیے بہت اہم مانا جاتا ہے۔

نصاب سے مغلوں کی تاریخ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے باب کو ہٹانے کو لے کر NCERT مسلسل تنازعات میں ہے، اس پورے تنازعہ پر این سی ای آر ٹی نے وضاحت دی ہے۔ این سی ای آر ٹی کا کہنا ہے کہ طلبہ پر نصاب کا بوجھ کم کیا جارہا ہے۔ نصاب کو ریشنلائز کیا جارہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ متواتر جدول کی درجہ بندی کیمسٹری میں نہیں پڑھائی جائے گی۔ متواتر جدول فی الحال 11 ویں کے نصاب میں شامل ہے۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

جلد اور آسان انصاف کے حصول کے لیے دار القضاء کا قیام ضروری: حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

مدرسہ سلیمانیہ، سنہولہ ہاٹ ضلع بھاگل پور میں دار القضاء کا افتتاح، حضرت امیر شریعت کی صدارت میں اجلاس عام کا انعقاد، مولانا نعمت اللہ قاسمی قاضی شریعت مقرر

دار القضاء کا وجود اس سرزمین پر اللہ کی رحمت اور اسلامی نظام عدل کی بین علامت ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب کا فریضہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کریں اور اگر ہمارے درمیان کوئی نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے احکام کے ذریعہ حل کرائیں، لہذا اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کا ایک اہم حصہ دار القضاء ہے، دار القضاء ایسی جگہ ہے، جہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق معاملات کا حل کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم سب کو چاہئے کہ اپنے عائلی معاملات دار القضاء کے ذریعہ حل کرائیں۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے 30 مئی 2023 روز منگل کو مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ، ضلع بھاگل پور میں دار القضاء امارت شرعیہ کے قیام کے موقع پر منعقد اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔

انہوں نے کہا نوجوان نسل کے اندر الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ الحاد سے بچنے کے لیے اللہ پر یقین ضروری ہے، اس کے لیے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے تمام لوگوں کو دعوت دی کہ قرآن سمجھ کر پڑھیں اور اپنے اندر قرآن فہمی کا ذوق پیدا کریں۔ آپ نے دار القضاء کے قیام کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ۴ کروڑ کیس ہندوستان کی عدالتوں میں پینڈنگ میں ہیں، جن میں روزانہ دو ہزار کیس کا اضافہ ہوتا ہے، بعض بعض ایسے معاملات سامنے آئے جہاں 24 سال کے بعد طلاق کا معاملہ حل ہوا۔ انصاف کا دیر سے ملنا بھی بے انصافی ہے، اس لیے جلد اور آسانی کے ساتھ انصاف کے حصول کے لیے دار القضاء کا قیام ضروری ہے، دار القضاء اور دنیوی کورٹ میں فرق ہے، وہاں دولت اور وقت کا خرچ ہے جو دار القضاء میں نہیں ہے، دار القضاء میں فیصلہ اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، اس لیے اس میں رحمت اور برکت ہے۔ یہ صرف طلاق اور نکاح کے فیصلہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ آپ کے ہر قسم کے شرعی اور سماجی مسائل کے حل کا مرکز ہے۔ آپ نے نومنتخب قاضی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ امین وصادق بن کر کام کریں گے تو اللہ تعالی کی نصرت پیدا ہوگی۔

مولانا قاضی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت امارت شرعیہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بعد حق کے ساتھ فیصلہ کرنا جملہ فرائض میں سے اہم اور ساری عبادتوں سے اشرف عبادت ہے، انبیاء اور رسولوں کی بعثت اسی لئے ہوئی اور خلفائے راشدین ہمیشہ اس کے ساتھ مشغول رہے۔ انصاف کا قیام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کی عظیم سنت ہے، انصاف کو عام کرنے کا حکم تمام انبیاء کو دیا گیا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں تمام علاقوں میں قاضی مقرر کیے تا کہ انصاف عام ہو اور انسانیت کو روحانی سکون میسر ہو۔ اس لیے امارت شرعیہ کا بھی جب 1921 ئمیں قیام عمل میں آیا تو سب سے پہلے دار القضاء قائم کیا گیا کیوں کہ نظام امارت شرعیہ کی بنیاد ہی حق وعدل پر رکھی گئی ہے، امارت شرعیہ کا شعبۂ دار القضاء یہاں کے پورے نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ اس سے مظلوموں کو انصاف اور حق دار کو ان کا حق ملتا ہے اور ایک صالح اور پر امن معاشرہ کا وجود عمل میں آتا ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں، اور اپنے معاملات بالخصوص نکاح، طلاق، خلع، وراثت ودیگر خاندانی ومعاشرتی مسائل کا تصفیہ شریعت اسلامی کے مطابق کرائیں۔ مولانا مفتی سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء نے امارت شرعیہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی، امراء شریعت کی خدمات کو بیان کیا اور ان کی قربانیوں کو یاد دلایا، انہوں نے مختلف میدانوں میں امارت شرعیہ کے اکابر کی محنتوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ آپ نے اتحاد امت اور قرآن کریم پر عمل کے موضوع پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ قرآن ہر مشکل کی آخری دوا ہے، جن کے پاس قرآن جیسی نعمت ہو انہیں دوسروں کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے دار القضاء کی اہمیت وضرورت پر بھی روشنی ڈالی اور لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے ہر قسم کے نزاعات کا حل دار القضاء سے کرائیں۔ آپ نے تلک جہیز، شراب نوشی جیسی سماجی برائیوں کے سد باب پر بھی گفتگو کی۔ مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ نے تمہیدی خطاب میں امارت شرعیہ کی اہمیت وضرورت اور اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنے خطاب مں کہا کہ امارت شرعیہ ہمارے ایمان وعقدے کا حصہ ہے آپ نے امارت شرعیہ کے تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی محنت سے ۲۵/ ہزار افراد جو مرتد ہو چکے تھے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور قطب عالم مولانا محمد علی مونگر رحمۃ اللہ علیہ کی محنت سے ضلع مونگیر و بھاگلپور وغیرہ کے لوگ قادیانی ہونے سے محفوظ رہے۔ آپ نے مزید کہا کہ امیر شریعت کی اطاعت ہمارے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔ مولانا محمد شاہد قاسمی قاضی شریعت دھنباد نے اپنے خطاب میں کہا کہ دار القضاء کے قیام کا مقصد معاشرہ میں انصاف کو عام کرنا اور انصاف کی راہ کو آسان بنانا ہے۔ انصاف جس قدر عام ہوگا، معاشرہ میں اسی قدر امن وسکون قائم ہو سکے گا، اس وقت مختلف جہتوں سے شریعت اسلامی کو داغدار کرنے اور نئی نسل کے ذہن ودماغ کو اپنے دین وشریعت سے بیزار کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ایسے حالات میں ہمیں نئے جذبۂ ایمانی کے ساتھ اپنے دین وشریعت پر عمل کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ مولانا افروز سلیمی معاون قاضی دار القضاء امارت شرعیہ جمشید پور نے دار القضاء کی توسیع میں امیر شریعت کی خدمات کا تذکرہ فرمایا۔ مولانا محمد سراج الدین مظاہری قاضی شریعت گورگاواں ضلع گڈا نے بھی خطاب کا اور اطاعت امیر شریعت پر گفتگو کی۔

اجلاس کا آغاز مولوی محمد خالد متعلم مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ بھاگل پور کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جب کہ مولانا محمد اسامہ قاسمی رکن شوریٰ مدرسہ سلیمانیہ نے استقبالیہ کلمات پیش کیے اور اجلاس کی نظامت کے فرائض مفتی خلیل احمد قاسمی استاذ مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر نے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیے۔ جناب مولانا محمد سفیان قاسمی استاذ مدرسہ حسینیہ دگھی، گڈا نے حضرت امیر شریعت کی خدمت میں منظوم سپاس نامہ پیش کیا۔ اجلاس میں مولانا الیاس ثمر قاسمی، مولانا اسعد صاحب قاسمی امام وخطیب جامع مسجد پٹنہ جنکشن، مولانا عرفان قیصر قاسمی نے بھی خطاب کیا اور امارت شرعیہ کی مختلف الجہات خدمات کی ستائش کی اور لوگوں سے یہ اپیل کی کہ وہ اپنے معاملات امارت شرعیہ کے دار القضاء سے حل کروائیں۔ اس موقع پر امارت شرعیہ سے تربیت یافتہ عالم دین مولانا نعمت اللہ قاسمی صاحب کو دار القضاء مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ، ضلع بھاگل پور کا قاضی شریعت مقرر کیا گیا، حضرت امیر شریعت نے اپنے ہاتھوں سے انہیں پورے مجمع کے سامنے سند قضا دیتے ہوئے ان کے قاضی ہونے کا اعلان کیا اور ان کے سر پر دستار قضا باندھی۔ آپ نے انہیں کار قضا میں عدل ومساوات برتنے، تقویٰ اختیار کرنے، ماموارت کی انجام دہی اور منہیات سے بچنے کی وصیت بھی کی۔ اجلاس میں جناب ماسٹر خورشید صاحب صدر مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ، جناب سراج الدین صاحب سکریٹری مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ، حافظ احتشام رحمانی، مولانا محمد اسامہ قاسمی، جناب محمد رفیق صاحب ضلع پریشد کے علاوہ قرب وجوار کے علماء ودانشوران، سیاسی وسماجی شخصیات اور عام لوگوں کی بڑی تعداد اجلاس میں شریک ہوئی اور علماء کرام کے پر مغز خطابات سے مستفیض ہوئی۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے دوران خطاب اجلاس کو کامیاب اور با مقصد بنانے کے لیے کوشاں اور سرگرم افراد کا شکریہ ادا کیا۔ اجلاس کو کامیاب و با مقصد بنانے میں مولانا محمد فاروق صاحب ناظم مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ کے علاوہ مدرسہ کے دیگر اساتذہ، مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ، مولانا سرفراز قاسمی مبلغ امارت شرعیہ شب وروز سرگرم رہے۔ خاص طور پر مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضا امارت شرعیہ نے اس اجلاس کو کامیاب اور با مقصد بنانے کے لیے پچاس سے زائد گاؤں کا دورہ کیا اور شب وروز کی محنت سے اجلاس کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آخر میں قاضی شریعت حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

دار القضاء انصاف کا گھر ہے، اس لیے اپنے تمام نزاعات دار القضاء سے حل کرائیں: حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

مدھو پور، ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ میں دار القضاء کا قیام، حضرت امیر شریعت کی صدارت میں اجلاس عام کا انعقاد

مورخہ 29 مئی 2023 روز سوموار کو مدھو پور، ضلع دیوگھر جھارکھنڈ میں دار القضاء کے قیام کے موقع پر ایک عظیم الشان اجلاس عام کا انعقاد امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے فرمایا کہ جس طرح ہم زبان سے اللہ کا کلمہ پڑھنے میں متحد ہیں اسی طرح عمل اور یقین میں بھی متحد رہیں۔ اور ایمان وعمل کے اتحاد کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم سب اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو تلاش کریں اور اس پر مطمئن ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر معاشرہ میں امن وسکون کا رہنا ضروری ہے اور امن وسکون کے قیام کے لیے معاشرہ میں انصاف کا ہونا لازمی ہے۔ اور یہ انصاف اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ تنازعات کا ہونا فطری ہے، مگر تنازعات کی صورت میں اس کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق حل کرنا ہی اسلام کا تقاضہ اور اسلاف کا طریقہ ہے۔ اس لیے اپنے ہر مسئلہ کے حل کے لیے دار القضاء سے رجوع کریں، اس لیے کہ دار القضاء انصاف کا گھر ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کم خرچ میں کم وقت میں آپ اپنے معاملہ کا حل کرا سکتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ کے دار القضاء کا نظام سو سال سے بغیر کسی طاقت اور بغیر کسی پولیس کے چل رہا ہے اور لوگ اس کے فیصلہ کو مان رہے ہیں۔ اب تک لاکھوں مقدمات کے فیصلے ہو چکے ہیں، لیکن کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس میں فریقین نے اس کے فیصلے کو نہ مانا ہو۔ ایک دو مقدمہ میں کسی ایک فریق نے امارت شرعیہ کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا تو ایمانی حمیت والوں نے اور پورے گاؤں والوں نے کہا کہ یہ قرآن و حدیث کا فیصلہ ہے اگر نہیں مانیں گے تو ہم بائیکاٹ کر دیں گے۔ اس پر فریق فیصلہ ماننے پر مجبور ہو گئے، گرچہ امارت شرعیہ کے پاس فیصلہ نافذ کرانے کی بظاہر کوئی قوت نہیں ہے لیکن ایمانی قوت آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں پیوست ہے جو ایک ایمان والے کو دار القضاء کا فیصلہ ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ لہذا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے سماج میں دیکھیں اور دو بھائیوں کو آپس میں جوڑنے کی فکر کریں۔ آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ اسی مقصد کے لیے دار القضاء کے نظام کو وسعت دے رہی ہے تا کہ تمام مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں تلاش کرنا آسان ہو جائے۔ دار القضاء آپ کے مشکلات کو حل کرنے کا مرکز ہے۔ قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے کہا کہ ہم اور آپ یہاں جس جلسہ میں جمع ہوئے ہیں، اس کا تعلق نظام قضاء سے ہے، جس طرح دنیا میں حکومت کے بہت سارے شعبے ہوتے ہیں، اسی طرح ایمان کے بہت سارے شعبے ہیں، انہیں میں سے ایک شعبہ قضاء کا ہے، اللہ تعالی نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی نزاع ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام جب بھی کوئی اختلاف ہوتا تو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے معاملہ کو حل کراتے۔ لیکن جب اسلام کا دائرہ بڑھا اور دور دور تک اسلام پھیلا اور براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر معاملات حل کرانے میں دشواری پیش آنے لگی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام کو تربیت دی اور مختلف علاقوں میں صحابہ کرام کو قاضی بنا کر بھیجا۔ امارت شرعیہ اسی سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے مختلف علاقوں میں دار القضاء قائم کر رہی ہے۔ مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء نے کہا کہ امارت شرعیہ کی بنیاد کلمہ لا الہ الا اللہ پر ہے، امارت شرعیہ صرف کسی تنظیم کا نام نہیں ہے، بلکہ ہر کلمہ گو انسان امارت شرعیہ کا حصہ ہے، یہاں کسی مسلک کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ انہوں نے جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ نے جھارکھنڈ میں بہت کام کیا، میں خود جھارکھنڈ کا رہنے والا ہوں، میں یہاں کے حالات سے واقف ہوں، جھارکھنڈ کے آدی باسیوں نے محنت کی اور تعلیمی میدان میں آگے بڑھے تو آج حکومت ان کے ہاتھ میں ہے ہم سے پیچھے رہنے والی قوم جب تعلیمی میدان میں آگے بڑھی تو وہ ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔ (**بقیہ صفحہ ۱۰/ پر**)

Scanned with CamScanner

دہلی یونیورسٹی کے نصاب سے علامہ اقبال باہر، ساورکر داخل

بھارت کی معروف دانش گاہ دہلی یونیورسٹی کے بی اے (سیاسیات) کے کورس سے شاعرِ مشرق کہلائے جانے والے ڈاکٹر محمد اقبال کے باب کو حذف کردینے کے یونیورسٹی اکیڈمک کونسل کے فیصلے کی علمی، ادبی اور سیاسی حلقوں میں شدید مخالفت کی جارہی ہے۔ دوسری طرف ہندوتوا کے علمبردار وی ڈی ساورکر کو پہلی مرتبہ یونیورسٹی نے نصاب میں شامل کرلیا ہے۔ اقبال کے متعلق یہ حوالہ ''جدید ہندوستانی سیاسی نظریات'' کے باب میں پڑھایا جاتا تھا۔ دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر یوگیش سنگھ کے مطابق ''انڈیا کو تقسیم کرنے کی بنیاد رکھنے والوں کو نصاب میں جگہ نہیں ملنی چاہیے۔''

یہ بھارتی قوم کی بدنصیبی ہے : ماہرین تعلیم اور دانشوروں نے دہلی یونیورسٹی کے فیصلے کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔ برصغیر کے معروف ماہر اقبالیات اور دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر ایمریٹس عبدالحق نے اقبال کو نصاب سے حذف کرنے کے فیصلے کو افسوس ناک، بدنیتی اور تنگ نظر پر مبنی اور تعلیمی ادارے کے لیے بدنصیبی قرار دیا۔ انہوں نے ڈی ڈبلیو اردو سے بات کرتے ہوئے کہا، ''ایسا سیاسی نقطہ نظر کی وجہ سے کیا جارہا ہے، جس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔'' انہوں نے مزید کہا کہ ''اقبال جیسا محبِ وطن شاعر ہندوستان تو کیا پوری دنیا کے کسی ادب میں پیدا نہیں ہوا، لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں کو وہ پھوٹی آنکھ پسند نہیں آرہا ہے، کیونکہ اس کا تعلق جس تہذیب سے ہے، انہیں وہ پسند نہیں۔'' انہوں نے کہا کہ ''یہ اس قوم کی بدنصیبی ہے، جو نئی نسل کو محدود دائرے میں رکھنا چاہتی ہے، یہ نوجوان نسل کو تاریکی کی طرف لے جارہی ہے۔ لیکن اس سے اقبال کو تو کوئی نقصان نہیں ہوگا البتہ ایک پوری قوم خسارے میں چلی جائے گی۔''

دوسری طرف بھارتیہ جنتا پارٹی کی اسٹوڈنٹ ونگ اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے، حالانکہ اکیڈمک کونسل کے کم از کم پانچ اراکین نے اقبال کو نصاب سے نکالنے پر اپنا اعتراض درج کرایا ہے، اس دوران اکیڈمک کونسل نے اپنے ایک اور فیصلے میں ایک ہندو ریاست کے قیام کے علمبردار ونائک دامودر ساورکر کو نصاب میں پہلی مرتبہ شامل کرلیا ہے۔

اقبال پر دو قومی نظریہ سازی کا الزام غلط: دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر یوگیش سنگھ نے اقبال کو نصاب سے نکال دینے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ جن لوگوں نے انڈیا کو تقسیم کرنے کی بنیاد رکھی انہیں نصاب میں جگہ نہیں ملنی چاہیے۔ یوگیش سنگھ کا دعویٰ ہے کہ اقبال نے ہی پہلی مرتبہ تقسیم ملک اور پاکستان کے قیام کا نظریہ پیش کیا تھا، لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں پڑھانے کے بجائے ہمیں اپنے قومی ہیروز کے بارے میں طلبہ اور نئی نسل کو بتانا چاہیے۔ اقبال پر درجنوں کتابوں کے مصنف پروفیسر عبدالحق کا کہنا ہے کہ بھارت کے قومی ترانے کے خالق رابندر ناتھ ٹیگور اقبال سے ملنے کے لیے خود تین مرتبہ لاہور گئے، جواہر لال نہرو بھی ان سے ملنے گئے اور گھنٹوں باتیں کیں۔ رادھا کرشنن اور مہاتما گاندھی جیسے لوگوں نے کبھی بھی اقبال کے خیالات پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی، اس لیے اس طرح کی الزام تراشی صرف اور صرف بدنیتی ہے۔ دہلی یونیورسٹی میں جدید ہندوستانی تاریخ پڑھانے والے ڈاکٹر ابھئے کمار بھی اقبال پر دوقومی نظریہ کا بانی کے الزام کی تردید کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 1920 کے آس پاس ساورکر جو مضامین لکھ رہے تھے اگر آپ ان کو دیکھیں گے تو پائیں گے کہ ساورکر ہندو دھرم کی بنیاد پر ملک کو تقسیم کرنے کی باتیں کررہے تھے، وہ ایک ایسے بھارت کی وکالت کرتے ہیں جس میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے لیے بطور شہری کوئی جگہ نہیں ہے۔

ابھئے کمار نے اقبال کے موضوع کو نصاب سے حذف کرنے کی کوشش کو انتہائی شرمناک قرار دیا اور کہا کہ بھارت کے ہر شہری کو اس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اقبال کو آج بھارت سے زیادہ مغرب کے لوگ پڑھ رہے ہیں لیکن اقبال جس سرزمین پر پیدا ہوئے وہیں ان کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، لیکن ایسا کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ دریں اثنا دہلی یونیورسٹی میں مہاتما گاندھی کو بھی بی اے سیاسیات کے کورس میں پانچویں سمسٹر سے ہٹا کر ساتویں سمسٹر میں کردیا گیا ہے، پانچویں سمسٹر میں اب ساورکر کو رکھا گیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نئی تعلیمی پالیسی کے مطابق اگر کوئی طالب علم تین سال پڑھنے کے بعد یونیورسٹی چھوڑنا چاہے گا تو وہ گاندھی کو پڑھ ہی نہیں پائے گا۔

ملک و بیرون ملک کے متعدد دانشوروں نے دہلی یونیورسٹی کے انڈر گریجویٹ کورس کے نصاب سے علامہ اقبال کے موضوع کو حذف کرنے کی مذمت کرتے ہوئے اسے بدنیتی اور تنگ نظری قرار دیا ہے۔

علامہ اقبال کو لے کر بھارت میں تنگ نظری کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، اس سے قبل بھی اس طرح کا واقعہ رونما ہو چکا ہے، جہاں ایک اسکول ٹیچر کو اقبال کی نظم ''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری'' پڑھوانے کی وجہ سے معطل کردیا گیا تھا۔ یہ واقعہ اتر پردیش کے ضلع بریلی کا تھا جہاں ایک سرکاری اسکول کے پرنسپل کو محکمہ تعلیم نے اس لیے معطل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ صبح کی اسمبلی میں اردو زبان کی ایک مقبول و معروف دعائیہ نظم ''لب پہ آتی ہے دعا، بن کے تمنا میری'' بھی بچوں سے پڑھوایا کرتے تھے۔

سخت گیر ہندوؤں نے صبح کے وقت اسکول کی اسمبلی میں علامہ اقبال کی مقبول نظم ''بچے کی دعا'' پڑھوانے پر اسکول پرنسپل کے خلاف شکایت کی تھی، شکایت کنندگان کو نظم کے ایک مصرعے ''میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو'' پر اعتراض تھا۔ اسکول میں یہ نظم پڑھتے ہوئے بچوں کے ایک ویڈیو کلپ کو پہلے وائرل کیا گیا، جس میں انہیں ''میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو، نیک جو راہ ہو، اس رہ پہ چلانا مجھ کو'' گاتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کلپ کے وائرل ہونے کے بعد کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں پولیس نے مقدمہ درج کیا اور اس کے پاداش میں اسکول کے پرنسپل کو محکمہ تعلیم نے معطل کردیا۔ ریاست اتر پردیش میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت ہے اور وزیر اعلی یوگی ادتیہ ناتھ کی حکومت کو، اقلیتی مسلم سماج کے تئیں سخت موقف کے لیے، تنقید کا نشانہ بھی بنایا جاتا رہا ہے۔ اس کارروائی پر پولیس حکام کا کہنا تھا کہ انہوں نے اس سلسلے میں مقدمہ اس لیے درج کیا، کیونکہ سرکاری اسکولوں میں روزانہ پریئرز کے لیے جو اس طرح کی دعائیہ نظمیں شامل ہیں، اس فہرست میں یہ نہیں ہے، اور اس نظم کا تعلق ایک خاص "مذہب سے ہے۔ علامہ اقبال نے یہ دعائیہ نظم 1902 میں لکھی تھی، جو بھارت اور پاکستان میں یکساں مقبول ہے اور ریڈیو پر بھی نشر کی جاتی ہے، علامہ اقبال نے ہی معروف ترانہ ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' بھی لکھا تھا، جو بھارتی پارلیمان میں بھی پڑھا جاتا ہے اور بھارتی فوج اس کی دھن بھی استعمال کرتی ہے۔ اقبال نے جب ''بچے کی دعا'' لکھی تھی تو شاید ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہوگی کہ اس نظم کے پڑھانے پر کسی شخص کو ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑسکتا ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد سے مسلمانوں اور اردو سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو نشانہ بنانے اور ہندوتوا اور ہندو دھرم کی علامات کو غالب کرنے کی براہ راست یا بالواسطہ کوششیں تیز ہوتی گئی ہیں۔ دہلی یونیورسٹی کے نصاب سے اقبال کو ہٹانے کا یہ تازہ واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ **(بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

سعودی عرب میں حج 2023 کے لیے سب سے بڑے آپریشنل پلان کا آغاز

حرمین شریفین کے امور کی صدارت نے اس سال کے حج سیزن کے لیے اپنا سب سے بڑا آپریشنل پلان شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ کورونا وبا کے خاتمے کے بعد لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام کی واپسی کے تناظر میں بنایا گیا ہے۔ اس میں ''حرمین شریفین کے امور'' کے صدر شیخ ڈاکٹر عبدالرحمن السدیس نے میڈیا فورم کے دوران آپریشنل پریذیڈنسی پلان کے مندرجات کا اعلان کیا گیا۔

اس پلان میں سٹریٹجک اہداف سے متعلق کئی اہم محوروں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس موقع پر وزیر حج و عمرہ ڈاکٹر توفیق رابعہ بھی موجود تھے۔ صدر عبدالرحمٰن السدیس نے اشارہ کیا کہ یہ آپریشنل منصوبہ ان عظیم کامیابیوں اور طویل مدتی کامیابیوں کی توسیع ہے جو خادم حرمین شریفین شاہ سلمان اور ان کے ولی عہد اور وزیر اعظم شہزادہ محمد بن سلمان کی قیادت میں حرمین شریفین کے مہمانوں کو فراہم کی جانب والی تمام خدمات میں بہتری لاتی ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ آپریشنل پلان کئی ستونوں پر مبنی ہے جن میں سب سے اہم اور مرکزی اہمیت اللہ کے گھر آنے والے مہمان کو حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل پریذیڈنسی اس سال کے اپنے منصوبے میں رضا کارانہ اور انسانی ہمدردی کے کاموں کو وقف کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ دو مقدس مقامات دنیا کی سب سے بڑی رضا کارانہ کمیونٹی ہیں۔ سعودی عرب کے نوجوان مرد و خواتین کی بڑی تعداد ضیوف الرحمٰن کی خدمت پر یقین رکھتی اور رضا کارانہ کاموں میں پیش پیش ہوگی۔ ڈاکٹر السدیس نے ایک مربوط سروس سسٹم کی فراہمی کا حوالہ دیا۔ اس سسٹم میں وہ تمام وہ مقامات شامل ہیں جن سے معزز مہمان گزرتا ہے۔ ان میں چھ علاقے اہم ہیں۔ یہ بیرونی صحن، نماز کے ہالز، صحن مطاف، سعودی دالان اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ریاض الجنۃ ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ کے مہمانوں کو مقررہ جگہ پر سہولیات اور گردش کرنے والی سہولیات فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کنگ عبدالعزیز کمپلیکس میں غلاف کعبہ کی تیاری، لائبریریوں اور ایوان صدر کی دیگر سہولیات شامل ہیں۔ ان سب سہولیات کا مقصد ضیوف الرحمٰن کے تجربے کو بہتر بنانا اور ان پر روحانی اثرات کو گہرا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ صدارت عامہ برائے مسجد حرام و مسجد نبوی' کے سربراہ نے مزید کہا کہ مقدس مسجد کے صحنوں میں آمد سے ہی بیت اللہ کے زائرین کو ہموار نقل و حرکت کے لیے سہولیات کی فراہمی شروع ہو جاتی ہے۔ دروازوں، داخلی اور خارجی استوں کو درست طریقے سے تیار کیا جاتا ہے تاکہ حجاج کرام کے لیے صحن تک آسان رسائی یقینی ہو جائے۔ **(العربیہ ڈاٹ نیٹ)**

بقیہ: دارالقضاء انصاف کا گھر ہے......

اس لیے امارت شرعیہ تحریک چلارہی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھائیں، آپ سب سے پہلے اپنے بچوں کو مکتب میں پڑھائیں، تاکہ وہ دیندار بن کر دنیاوی تعلیم میں آگے بڑھیں اور وہ کسی بھی حالت میں اپنے دین کا سودا نہ کریں۔ آپ اپنے بچوں کو پہلے مسلمان بنائیے اور اس کے بعد ہر میدان میں اپنے بچوں کو بھیجیں۔ آج ہمارے سماج میں مسلم ڈاکٹر، مسلم پروفیسر، مسلم آفیسرز، مسلم انجینئر وغیرہ کی بھی ضرورت ہے۔ امارت شرعیہ آپ کی ہے، آپ امارت شرعیہ کو کسی بھی موقع پر آواز دیں، آپ ایک قدم بڑھائیں، امارت شرعیہ آپ کی طرف دس قدم بڑھائے گی، ان کے علاوہ قاضی شاہد صاحب قاضی شریعت دارالقضاء دھنباد، مولانا مفتی ہارون رشدی صاحب مدھوپور، مولانا عبدالمعید صاحب ناظم مدرسہ ندوۃ الاصلاح پھکبندی، مولانا رضوان اللہ صاحب ناظم جامعہ ریاض الصالحات مدھوپور، مولانا قطب الدین صاحب مدھوپور، مولانا افروز سلیمی صاحب معاون قاضی شریعت دارالقضاء جمشید پور نے بھی دارالقضاء کی اہمیت وضرورت، امارت شرعیہ کی خدمات اور اصلاح معاشرہ کے مختلف موضوعات پر خطاب کیا اور امارت شرعیہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اکابر نے امارت شرعیہ کو قائم کر کے ہمیں وہ طریقہ دے دیا ہے کہ ہم شریعت وطریقت کے جامع بن جائیں اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس نظام سے فائدہ اٹھائیں۔ جلسہ کا آغاز مولانا شمس الحق قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء گریڈیہہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جب کہ نعت شریف مولانا یعقوب صاحب مدرسہ رشید العلوم بھنڈاری ڈیہہ گریڈیہہ نے پیش کی۔

اس موقع پر نوجوان عالم دین اور مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے تربیت یافتہ مولانا محمد عمران قاسمی کو حضرت امیر شریعت نے دارالقضاء مدھوپور، ضلع دیوگھر کا قاضی مقرر کرتے ہوئے ان کے سر پر دستار قضا باندھی اور انہیں حلف دلایا۔ آپ نے قاضی موصوف کو سند قضا عطا کی اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ہر معاملہ پر مکمل غور وفکر کریں، کسی شریف کی حمایت ان کی شرافت کی وجہ سے اور کمزور پر ظلم ان کی کمزوری کی وجہ سے نہ کریں۔ اور میں ان کو تمام ظاہری اور باطنی معاملات میں اللہ کی اطاعت اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں، نیز مامورات کو بجالانے اور منہیات سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا اور معین و مددگار ہے۔ آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

Scanned with CamScanner

دلت سماج کے ساتھ ناروا سلوک

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

جمہوریہ ہند کی دستور ساز کمیٹی کے چیرمین بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر (م:۱۹۵۶ء) بھارت کے قابل ترین لوگوں میں تھے، ہندو مذہب، بودھ مذہب اور عیسائی مذہب کے بڑے واقف کار تھے، صحافی اور قلم کار تھے، معاشیات، سیاسیات، قانون اور بین الاقوامی امور کے ماہر تھے، وہ صحیح معنوں میں جدید ہندوستان کے معمار اور دلت عوام کے مسیحا تھے، وہ ہندوستان کو ایسا دستور اور آئین دے گئے جو پوری دنیا میں قابل تعریف ہے اور بلاشبہ ہندوستان کو اس پر ناز ہے، کیوں کہ وہ سیکولر جمہوریت کی اساس ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کو ہندو مذہب کیوں چھوڑنا پڑا؟ دراصل ڈاکٹر امبیڈکر ہندو سماج کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جس کو خالق نے انسان بنایا تھا اور انسانی عزت سے نوازا تھا، مگر ہندو مذہب اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے اسے انسانی سلوک کا حقدار نہیں سمجھا اور اس کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا۔

اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے نچلی ذات کے ہندوؤں پر صدیوں سے ظلم وتشدد روا رکھا اور ان کو انسانی حقوق سے محروم کیا، خود ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ذات پات کی تفریق کے مذہبی نظام اور اس کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا، مہار ذات کا بچہ ہونے کی وجہ سے ان کو اسکول میں اعلیٰ ذات کے طلبہ سے الگ بیٹھایا جاتا تھا، وہ اعلیٰ ذات کے لڑکوں کے ساتھ فٹ بال اور کرکٹ بھی نہیں کھیل سکتے تھے۔

ایک مرتبہ بھیم راؤ امبیڈکر اپنے بھائی اور بھانجوں کے ساتھ ریل گاڑی سے گورے گاؤں پہنچے، مگر اسٹیشن سے گاؤں تک پہنچنے کے لئے کوئی گاڑی بان ان کو لے جانے کے لئے تیار نہ تھا، کیوں کہ وہ اچھوت تھے، بہ مشکل ایک گاڑی والا اس شرط پر مان گیا کہ بیل گاڑی بھیم راؤ امبیڈکر کو ہانکنا پڑے گی، گاڑی بان موجود تو رہا مگر اچھوتوں کے لئے گاڑی ہانکنا اس کے لئے باعث شرم وعار تھا، راستہ میں کسی نے بھی ان کو اچھوت ہونے کی بنا پر اپنے کنویں سے پانی پینے نہیں دیا اور ڈیڑھ دن تک ان کو پانی کے پیاسا رہنا پڑا، دوسرے دن ادھ مری حالت میں وہ منزل تک پہنچے۔

بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر بڑودہ کی ریاست کے خرچ پر امریکہ اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے تھے، واپس آکر حسب معاہدہ ان کو دس سال ریاست کی سروس کرنی تھی، ۱۹۱۷ء میں جب وہ امریکہ سے واپس آئے تو ریاست کا کوئی آدمی اسٹیشن پر ان کو لینے نہیں آیا، کیوں کہ وہ چھوٹی ذات سے تعلق رکھتے تھے، ڈاکٹر امبیڈکر رہائشی جگہ اور ہوٹل کی تلاش میں بھٹکتے رہے، مگر ذات بتاتے ہی لوگ ان کو باہر نکال دیتے تھے، پھر وہ ایک پارسی ہوٹل میں ذات بتائے بغیر قیام پذیر ہو گئے، کچھ ہی دنوں میں بات پھیل گئی اور لوگ ڈنڈے لیے ہوئے امبیڈکر کو مارنے ہوٹل آگئے، ان لوگوں نے امبیڈکر سے ان کی ذات پوچھی اور ان کی فوراً ہوٹل چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

مہاراجہ بڑودہ نے ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنا فوجی سکریٹری مقرر کیا، اتنے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود وہاں کے کلرک، منشی اور اردلی تک ان کو فائلیں دور سے پھینک کر دیتے تھے، جب وہ اپنی کرسی چھوڑ کر جاتے تھے تو ان کے نیچے بچھی ہوئی دری کو بھی دھویا جاتا تھا، دفتر میں ان کو پینے کے لئے پانی بھی نہیں ملتا تھا۔

مہاراجہ بڑودہ نے اپنے وزیر سے امبیڈکر کے لئے رہائش گاہ کا انتظام کرنے کو کہا، مگر اس نے بھی لاچاری ظاہر کی، بھوکے پیاسے بھٹکتے بھٹکتے بابا صاحب امبیڈکر ایک پیڑ کے سایہ میں جا بیٹھے اور دہاڑیں مار کر رونے لگے، بابا صاحب نے ذات پات کی تفریق پر مبنی اس مذہبی اور سماجی ظلم سے چھوٹی ذات کے لوگوں کو نجات دلانے کا تہیہ کر لیا، ۴/اگست ۱۹۲۴ء کو بمبئ اسمبلی میں ایس کے بولے کی تجویز پاس ہوئی اور طے پایا کہ ندی، تالاب، کنویں اور حوض وغیرہ عوامی پانی حاصل کرنے کے ذرائع، اسکولوں، دواخانوں، تعلیمی اداروں، عدالتوں اور عوامی مرکز میں اچھوتوں کے داخلہ پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے، بمبئ حکومت نے اپنے سبھی محکموں کو اس تجویز پر عمل درآمد کرنے کا حکم دیا، مگر اس پر عمل نہیں ہو رہا تھا، ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ بتانے کے لئے کہ پانی پینا ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور اب اسے قانون کا تحفظ حاصل ہے، انہوں نے مہاڑ کے عام چودار تالاب پر اپنا انسانی حق حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔

بابا صاحب نے ۱۹/مارچ ۱۹۲۷ء کو مہاڑ میں اچھوت لوگوں کا اجلاس بلایا، گجرات اور مہاراشٹر کے پانچ ہزار چھوٹی ذات کے لوگ وہاں پہنچ گئے، اگلے دن بابا صاحب امبیڈکر پانچ ہزار لوگوں کے جلوس کے ساتھ چودار تالاب کے کنارے پہنچے اور سب لوگوں نے تالاب کا پانی پیا اور سب لوگ جلسہ گاہ واپس آگئے، ادھر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے یہ خبر اڑا دی کہ ہندو دھرم خطرے میں پڑ گیا ہے، جلسہ گاہ میں کچھ لوگ کھانا کھا چکے تھے اور کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور ان کو مار مار کر زخمی اور بے ہوش کر دیا، پھر حملہ آوروں نے اپنا رُخ گاؤں کی طرف کیا اور جلسہ میں آئے ہوئے لوگوں کو جہاں پایا پیٹ ڈالا، اس کے بعد برہمن سماج نے میٹنگ کی اور چودار تالاب کو پاک کرنے کا فیصلہ کیا، تالاب سے ۱۰۸/گھڑا پانی نکالا گیا، پھر گوبر، گائے کا پیشاب اور دودھ، دہی لیکر گھڑوں میں ملایا گیا اور دوبارہ تالاب میں ڈالا گیا، اس طرح تالاب کو اچھوت ذات کے لوگوں سے پاک کیا گیا۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ادنیٰ ذات کے لوگوں پر ظلم وستم اور ان کے ساتھ ان کے حیوانی سلوک سے اتنے دل برداشتہ تھے کہ ایک موقع پر انہوں نے مہاتما گاندھی سے کہا: ''آپ کہتے ہیں کہ یہ مادر وطن ہے، لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ یہ مادر وطن نہیں ہے، جس کسی اچھوت انسان میں ذرا سی بھی خودداری ہے، جس میں انسانیت زندہ ہے وہ اس ملک کو کبھی اپنا ملک تسلیم نہیں کرے گا، جس ملک میں اسے کتے اور بلی سے بھی پست زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس کے حصہ میں اتنی ہمدردی نہیں آتی جتنی جانوروں کو مل جاتی ہے''۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے دل شکستہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ذات پات کی تفریق اور اچھوت کی لعنت ہندو سماج کا قابل تنسیخ حصہ تھی اور اس سے نجات پانا ناممکن تھا، ہندو مؤرخین لکھتے ہیں کہ ''آریوں نے جب اناریوں یعنی ہندوستان کے اصل باشندوں پر فتح حاصل کی تو ان کو غلام بنایا اور ان کو سب سے نیچ اور نفرت آمیز کام دیا، انہیں اچھوت قرار دے کر ان پر سخت پابندی بھی عائد کر دی کہ وہ گاؤں سے باہر رہیں، نئے کپڑے نہ پہنچیں، سونے کے زیورات نہ اختیار کریں، پڑھیں لکھیں نہیں، گدھے اور کتے پالیں، جھوٹن کھائیں، اترن پہنیں، ان پر یہ روک بھی لگی کہ وہ کسی کو چھوئیں تک نہیں، دولت پر ان کا کوئی حق نہیں ہوگا، حکومت کے کام میں وہ کبھی شامل نہیں کئے جائیں گے''۔

بابا صاحب امبیڈکر کا کہنا تھا کہ ذات پات کی تفریق اور انسانوں کی توہین ہندو سماج کا صرف ایک سماجی اور معاشی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ وہ ہندو مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے، ویدوں نے اس تفریق کو مذہبی سند دی ہے اور روحانی تقدس عطا کیا ہے، چنانچہ جب امبیڈکر صاحب نے اپنے ماننے والوں کے ساتھ ہندو مذہب چھوڑ کر کسی اور مذہب کو قبول کرنے کے بارے میں اعلان کیا تو اعلیٰ ذات کے دوسرے ہندو رہنماؤں کے ساتھ گاندھی جی نے بھی ان کو بہت سمجھایا اور ہندو مذہب ترک نہ کرنے کی درخواست کی، جواب میں امبیڈکر صاحب نے کہا: ''ہر طرح کے غور وخوض کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ ہندو مذہب ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، کیوں کہ اس مذہب کی بنیاد ہی عدم مساوات پر قائم ہے، ہم گاندھی جی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ ہر انسان کو مذہب کی ضرورت ہے، لیکن اپنے بزرگوں کی طرح میں یہ تسلیم کرنے کے لئے راضی نہیں ہوں کہ ہر حالت میں اس مذہب سے وابستہ رہا جائے جو نہ دل کو اچھا لگتا ہے اور نہ ترقی میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے''۔

۸/دسمبر ۱۹۳۵ء کو بمبئ میں ڈاکٹر امبیڈکر نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''چھوا چھوت ہندو مذہب سے متعدی بیماری کی طرح چمٹی ہوئی ہے، اس لئے ہمیں ایسے مذہب سے دور رہنا چاہئے''۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے ہندو مذہب کے جس بنیادی مرض کی نشان دہی کی ہے وہ ''ورنا دھرما'' اور ''ورن آشرم'' کے نام سے مشہور ہے اور ویدک لٹریچر میں اس کی صراحت کی گئی ہے، اس تفریق پر انسانی سماج کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اسے باقی رکھنے پر زور دیا گیا ہے، روگ وید میں اس کے بارے میں کہا گیا ہے: ''پرجاپتی (عوام کے مالک) نے انسانی سماج کے روپ میں جس پُرش کو پیدا کیا ہے اس کی توجیہ کئی طرح سے ہوئی ہے، پرش کا منہ کیا ہے؟ اس کے دونوں بازو کون ہیں، اس کی دونوں جانگھیں کون ہیں؟ اور اس کے دونوں پاؤں کون ہیں؟ اس پرش کا منہ برہمن ہیں، بازو چھتری ہیں، جانگھ ویش ہیں اور پاؤں شودر ہیں۔

انسانوں میں تفریق پیدا کرنے والے اس مذہبی عقیدہ کی توضیح اور تشریح منوسمرتی میں کی گئی ہے اور انسانوں کے خودساختہ چاروں طبقات یعنی برہمن، ویش، چھتری اور شودر کے بارے میں مفصل احکام دیئے گئے ہیں، چنانچہ منوسمرتی میں ہے: اس سمپورن جگت (مکمل دنیا) کی حفاظت کے لئے اس مہا تیجسوی برہما نے منہ، بانہہ، جانگھ اور چرن سے پیدا ہوئے چاروں ورنوں کے کرم (عمل) الگ الگ مقرر کئے، وید پڑھنا، وید پڑھانا، یگیہ (قربانی) کرنا، یگیہ کرانا، دان دینا، دان لینا، یہ چھ کرم براہمن کے لئے بنائے۔ رعایا کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگیہ کرنا، وید پڑھنا، دنیا کی نعمتوں سے دل نہ لگانا، یہ پانچ کرم چھتری کے لئے مقرر کئے۔ چار پایوں کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگیہ کرنا، وید پڑھنا، تجارت کرنا، سود، بیاج لینا، کھیتی کرنا یہ سات کرم ویشوں کے لئے مقرر کئے، شودر کے لئے ایک ہی کرم (پربھو) خدا نے ٹھہرایا ہے، یعنی صدق دل سے ان تینوں ورنوں کی خدمت کرنا۔

اس مذہبی نظام میں انسانی فضیلت اور احترام کا حقدار صرف برہمن کو قرار دیا گیا اور شودر یعنی دلت کو انسانی فضیلت اور حقوق سے محروم رکھا گیا، چنانچہ منوسمرتی میں وضاحت کی گئی ہے کہ مرد کے تمام اعضا ناف کے اوپر تک پاک ہیں، خصوصاً منہ اور بھی زیادہ پاک ہے، برہما جی نے کہا ہے کہ دنیا میں برہمن دھرم کی وجہ سے سب سے افضل ہے، اس لئے کہ نہایت پاک عضو (یعنی منہ) سے پیدا ہوا ہے اور وید کا استعمال رکھتا ہے، اگرچہ برہمن تمام اعمال ناشائستہ کرتے ہیں، تاہم پوجنے کے لائق ہیں اور بڑے دیوتا ہیں۔

اس کے برعکس شودروں کو کوئی انسانی حق حاصل نہیں ہے، اس سے چوک ہو جائے تو سزا سخت ترین مقرر کی گئی ہے، مثلاً اگر شودر براہمن یا چھتری یا ویش سے سخت زبانی کرے تو اس کی زبان میں سوراخ کیا جائے، کیونکہ وہ حقیر عضو یعنی پاؤں سے پیدا ہوا ہے، جو شودر غرور سے براہموں کو دھرم کا اپدیش کرنے والا ہے، اس کے منہ اور کان میں گرم تیل راجہ ڈالے۔ چنڈال وغیرہ جس عضو سے بڑے آدمیوں کے عضو پر مارے اس عضو کو کاٹ ڈالنا، یہی منو جی کا حکم ہے، ہاتھ کے ضرب سے مارے تو ہاتھ کاٹنا چاہئے، پاؤں کے ضرب سے مارے تو پاؤں کاٹنا چاہئے۔

منوسمرتی میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ''چنڈال، مرغا، کتا اور نامرد، یہ سب لوگ برہموں کو بھوجن کرتے ہوئے نہ دیکھیں، دیوکرم میں یا پترکرم میں ان سب کو دیکھنے سے سب کرم برباد ہو جاتے ہیں، مرغا پر کی ہوا دینے سے، کتا دیکھنے سے اور شودر چھونے سے ناش (برباد) کرتا ہے''۔

ہندو مذہب کی ان انسانیت سوز تعلیمات کی وجہ سے ڈاکٹر امبیڈکر ہندو مذہب کو انسانیت کے خلاف سمجھتے تھے اور ان مذہبی کتابوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے کہا ''چھوا چھوت کو جائز قرار دینے والی یہ ساری مذہبی کتابیں تمام عوام کی تذلیل کر رہی ہیں، حکومت کو بہت پہلے سے ہی ان کو ضبط کر لینا چاہئے تھا''۔

ہندوستان میں مسلم حکومت کے قیام سے پہلے مسلم سائنس داں ابو ریحان البیرونی آیا تھا، اس نے بارہ سال ہندوستان میں رہ کر اور اپنا بھیس بدل کر سنسکرت زبان سیکھی، ہندو مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ہندوؤں کے عقائد، اعمال اور رسم ورواج کا باریکی سے مشاہدہ کیا، پھر عربی میں پہلی کتاب ہندوؤں کے مذہب، تہذیب اور سماجی حالات پر لکھی، البیرونی نے ورن آشرم کے طبقاتی نظام پر گفتگو کرتے ہوئے برہمن چھتری، ویش اور شودر کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''ان سب سے نیچے ادنیٰ درجہ کے ذلیل لوگ ہیں، جن کا شمار کسی طبقہ میں نہیں ہے، وہ صرف اپنے پیشے کی طرف منسوب ہیں، یہ آٹھ فرقے ہیں (۱) دھوبی (۲) چمار (۳) نٹ (۴) ٹوکریاں بنانے والے (ڈوم) (۵) ملاح (۶) مچھیرے (۷) وحشی جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنے والے (آدی باسی) (۸) جلاہے، ان سب کو چار ذات والے اپنی آبادی میں سکونت پذیر نہیں ہونے دیتے، بلکہ گاؤں سے باہر ان کو آباد کرتے ہیں، ہاڈی، ڈوم، چنڈال اور بدھتو، یہ لوگ کسی طبقہ میں داخل نہیں ہیں، یہ لوگ گندے کاموں مثلاً گاؤں کو صاف کرنے اور اس کی دوسری خدمت میں مشغول رہتے ہیں''۔

ہندوستان میں انسانوں کی جو تقسیم ان کے پیشے اور کام کی بنا پر کی گئی ہے وہ ان کا موروثی عمل ہے، اس سے وہ لوگ باہر نہیں نکل سکتے کیوں کہ اس کو مذہبی سند حاصل ہے، چنانچہ گیتا میں کہا گیا ہے کہ ''میں نے چاروں ورنوں کو عمل اور صفت کے مطابق پیدا کیا ہے، اس کا بنانے اور بگاڑنے والا میں خود دائمی خدا ہوں''۔ (**ماخوذ: از وحدت جدید، ستمبر ۲۰۲۲ء**)

Scanned with CamScanner

شادی کا فلسفہ اور مقصد

محمد قمر الزماں ندوی

معاشرتی زندگی کی بنیاد نکاح ہے، مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ازدواجی تعلق قائم کرکے اس کے ساتھ اپنی پوری زندگی خوشی خوشی عفت وعصمت اور پاکدامنی کے ساتھ گزارے۔ اسلام میں نکاح جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، اور رہبانیت یعنی بلا شادی زندگی گزارنا مذموم ہے، نکاح تمام نبیوں کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،، **ولقد ارسلنا رسلنا من قبلک و جعلنا لهم ازواجا و ذريته**،، (سورہ رعد) اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے دیے،،۔۔۔

حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، پانچ چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں حیاء،، بردباری وتحمل، حجامت، خوشبو، اور نکاح ۔۔۔ مجمع الزوائد باب الحث علی النکاح ۔۔

صالح اور نیک کار بندوں نے نیک وصالح بیوی اور اولاد کے لیے دعا کی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،، **ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرت اعين**،، سورہ فرقان ۔۔

اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت عطا فرما ۔۔۔

شادی شدہ ایک ایسے سکون و اطمینان اور محبت و الفت سے ہمکنار ہوتا ہے، جو کسی اور ذریعہ سے میسر نہیں ہوسکتا ۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ نکاح ایک ایسی دولت اور نعمت ہے بلکہ یہ وہ عبادت ہے، جس کے ذریعہ انسان کو سکون واطمینان اور صحت وعافیت نصیب ہوتی ہے، اس کے اندر ایثار وقربانی محبت والفت، اجتماعی زندگی گزارنے اور مل جل کر رہنے کا جذبہ اور سلیقہ پروان چڑھتا ہے، نکاح کے بے شمار فائدے ہیں، ایک مومن کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے ذریعہ اس کا نصف ایمان مکمل ہوجاتا ہے اور ایمان ایسی بیش قیمت دولت ہے جس کا دنیا میں کوئی عوض اور بدلہ نہیں ہوسکتا، اس کا بدلہ خدا کی خوشنودی اور جنت ہے۔

نکاح شریعت اسلامی کی نظر میں عبادت بھی ہے اور ایک معاہدہ بھی، لیکن بدقسمتی سے اکثر لوگ نکاح کو عبادت نہیں سمجھتے، اس کو محض ایک معاہدہ اور رسم سمجھتے ہیں، جبکہ نکاح عقد اور معاہدہ کے ساتھ ایک اہم عبادت بھی ہے، نکاح کی مجلس میں شرکت کرنے والا، عقد کرانے والا، گواہ بننے والا، ایجاب وقبول کرانے والا، اور اس مسنون اور مبارک مجلس میں شرکت کرنے والے کا مقام نفلی عبادت کرنے والے سے بڑھ کر ہے۔

بقول حضرت علی میاں ندوی رح،، عام عبادت نماز، روزہ حج اور زکوۃ جز وقتی عبادت ہے، جس وقت یہ عبادت آپ انجام دیتے ہیں اس وقت آپ کو اس کا ثواب ملتا ہے، پھر دوبارہ جب انجام دیں گے تب ملے گا، لیکن نکاح ایک کل وقتی یعنی پوری زندگی عبادت ہے، اس کے ثواب کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا، کبھی رکتا اور ختم نہیں ہوتا، آخری سانس تک میاں بیوی کو ایک دوسرے کو دیکھنے پر، ایک دوسرے کی خدمت کرنے پر، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے پر، میاں بیوی کے باہمی حقوق ادا کرنے پر، ایک دوسرے کی ضرورت پوری کرنے پر ملتا رہتا ہے، اور اجر وثواب کا یہ سلسلہ شریکین کے درمیان تاحیات جاری رہتا ہے۔۔۔

الغرض نکاح یہ ایک عظیم عبادت اور مضبوط معاہدہ ہے، جو تمام نبیوں کی سنت اور طریقہ ہے، اس کے ذریعہ انسان زنا اور دیگر فواحش ومنکرات سے محفوظ ہوجاتا ہے اور مختلف قسم کی برائیوں اور تفکرات وتصورات سے آزاد ہوجاتا ہے، اسی کے ساتھ محبت والفت سکون واطمینان، راحت وآرام ایثار وقربانی اور نسل انسانی کی افزائش وفروغ کے وہ نمایاں فوائد ہیں، جن کا حصول دیگر ذرائع سے ممکن نہیں، اس لیے حکم شریعت ہے کہ جو صاحب استطاعت و وسعت ہوں وہ جلد اس مبارک عمل کو انجام دیں اور اس میں تاخیر سے گریز کریں۔ اس کے ساتھ ہی نکاح کی مصلحت، اغراض ومقاصد، فوائد اور اس کا فلسفہ شریعت میں کیا ہے؟ وہ بھی ہمارے پیش نظر رہے تاکہ اس کی روشنی میں ہم ازدواجی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنا سکیں اور نکاح کے بعد زندگی کے کسی موڑ پر تلخی اور ناخوشگواری پیدا نہ ہوسکے اور محبت والفت اور رآفت ورحمت کی زندگی ہمیں نصیب ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم یہاں امام الہند مولانا "ابوالکلام آزاد" کا ایک خط نقل کرتے ہیں، جو انہوں نے ایک عزیز کو شادی کے موقع پر لکھا تھا، جس میں شادی کے فلسفہ پر اسلامی نقطہ نظر سے مدبرانہ اور فاضلانہ طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔۔۔

ملاحظہ فرمائیں:

عزیزی! تمھارا خط پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی، تعلیم کی تکمیل کے بعد اب تمہیں زندگی کی وہ منزل پیش آگئی ہے جہاں سے انسان کی شخصی ذمہ داریوں کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے یعنی تمھاری شادی ہورہی ہے میرے لیے ممکن نہیں کہ اس موقع پر شریک ہوسکوں لیکن یقین کرو کہ میرے دل کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں اپنی جگہ اپنی دعائیں تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس تقریب کو برکت وسعادت کا موجب بنائے اور تمھاری یہ نئی زندگی ہر اعتبار سے کامیاب ہو۔

میں اس موقع پر تمھیں یاد دلاؤں گا کہ بحیثیت مسلمان تمھیں چاہیے۔۔۔ ازدواجی زندگی یعنی شادی کی زندگی کا وہ تصور اپنے سامنے رکھو جو قرآن حکیم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے

وَ مِن اٰیٰتِہٖ اَن خَلَقَ لَکُم مِّن اَنفُسِکُم اَزوَاجًا لِّتَسکُنُوا اِلَیھَا وَ جَعَلَ بَینَکُم مَّوَدَّۃً وَّ رَحمَۃً اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّتَفَکَّرُونَ (سورہ روم: 21)

خدا کی حکمت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کردیے ہیں یعنی مرد کے لیے عورت اور عورت کیلیے مرد لیکن خدا نے ایسا کیوں کیا؟

اس لیے کہ تمھاری زندگی میں تین چیزیں پیدا ہوجائیں جن تین چیزوں کے بغیر تم ایک مطمئن اور خوش حال زندگی حاصل نہیں کرسکتے وہ تین چیزیں یہ ہیں: سکون مودت رحمت لتسکنو الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔

"سکون" عربی زبان میں ٹھراؤ اور جماؤ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ تمھاری زندگی میں ایسا ٹھراؤ اور جماؤ پیدا ہوجائے کہ زندگی کی پریشانیاں اور بے چینیاں اسے ہلا نہ سکیں۔

"مودت" سے مقصود محبت ہے قرآن کہتا ہے کہ ازدواجی زندگی کی تمام تر بنیاد محبت پر ہے، شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے اس لیے رشتہ جوڑتی ہے تاکہ ان کی ملی جلی زندگی کی ساری تاریکیاں محبت کی روشنی سے منور ہوجائیں۔

لیکن محبت کا یہ رشتہ پائیدار نہیں ہوسکتا اگر رحمت کا سورج ہمارے دلوں پر نہ چمکے رحمت سے مراد یہ ہے کہ شوہر اور بیوی نہ صرف ایک دوسرے سے محبت کریں بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کی غلطیاں اور خطائیں بخش دیں اور ایک دوسرے کی کمزوریاں نظر انداز کرنے کے لیے اپنے دلوں کو تیار رکھیں

"رحمت کا جذبہ خودغرضانہ محبت کو فیاضانہ محبت کی شکل دیتا ہے" "ایک خودغرضانہ محبت کرنے والا صرف اپنی ہی ہستی کو سامنے رکھتا ہے لیکن رحیمانہ محبت کرنے والا اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور دوسرے کی ہستی کو مقدم رکھتا ہے۔ رحمت ہمیشہ اس سے تقاضا کرے گی کہ دوسرے کی کمزوریوں پر رحم کرے غلطیاں، خطائیں بخش دے۔ غصہ، غضب اور انتقام کی پرچھائیاں بھی اپنے دل پر نہ پڑنے دے۔ (ابوالکلام آزاد)

مذہب کی سیاست

غالب شمس

ہندوستان میں مذہب کی سیاست بہت پرانی ہے، انگریزوں نے ہندوستان میں حکومت کی پائداری کے لئے مذہبی شوشے چھوڑے، اور اب بی جے پی کا یہی ایجنڈہ ہے کہ وہ لوگوں کو مذہبی ایموشنل کرکے ووٹ بینک بنائے، عوام کو باہمی منافرت سے بھر دے، جذباتی سیاست میں الجھا کر مدت حکومت میں اضافہ کرے، اور ایک مخصوص ذات کی بالادستی قائم کرے، رام مندر پر سیاست ہو، یا مسلم ریزرویشن میں کٹوتی کی بات ہو، مرکزی حکومت کھل کر مسلمانوں کو چیلنج کرتی ہے، حالیہ کرناٹکا الیکشن میں پوری بی جے پی آئی ٹی سیل سرگرم ہوگئی، ملک کے وزیر اعظم نے جم کر انتخابی پرچار کیا، منی پور جل کر خاکستر ہوگیا، قریباً 54 آدمی فساد میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، منی پور کی مشہور چیمپئن باکسر میری کوم نے ٹویٹر پر پرائم منسٹر سے درخواست کی کہ منی پور جل رہا ہے، اسے بچالیجئے!

لیکن نہ تو برسر اقتدار لوگوں نے اس جانب التفات ضروری سمجھا، نہ گودی میڈیا نے اس پر بات کی، ہر طرف ایسا ماحول بنایا گیا کہ اگر بی جے پی حکومت سے باہر ہوئی تو ہندو خطرے میں آجائیں گے، بلکہ اب سیاست اتنی گندی ہوگئی ہے کہ فلموں کے ذریعے ایک خاص طبقے پر نشانہ سادھا جارہا ہے، اور تمام بھگوادھاری سیاسی لیڈران مسلم مخالف پروپیگنڈا فلم دی کیرلا اسٹوری کی تشہیر میں لگے ہوئے ہیں،، جگہ جگہ اس فلم کے ٹیکس کو فری کیا گیا۔ لیکن ان کا یہ حربہ اس مرتبہ ناکام ہوا، اور کانگریس نے بڑی جیت حاصل کی، دراصل عوام نے صاف طور پر مذہبی سیاست، مذہبی منافرت اور جذباتی تقریر کو رد کردیا، اور عندیہ دے دیا کہ ترقیاتی کاموں سے صرف نظر کرکے ہم سے ووٹ نہیں لے سکتے،،

اسی طرح اتر پردیش کی یوگی حکومت نے این سی ای آر ٹی کی کتابوں سے تاریخ ہند کے باب میں مغل سلطنت کا تذکرہ تک ختم کردیا۔ اور اب مرکزی حکومت نے یہ ماحول بنادیا ہے کہ حکومت پر تنقید کرنے والے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دئے جاتے ہیں، یا جھوٹے کیس میں پھنسا کر ان کی زبان بند کردی جاتی ہے، کوئی ذرا سا عدم تحفظ کا اظہار کردے، تو اسے پاکستان چلے جانے کی دھمکی دی جاتی ہے، آخر ملک کے باشندوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ایک خاص طبقے سے اتنی نفرت کیوں؟ آئے دن ملک کے مسلمان یا داڑھی ٹوپی والے پر حملہ کردیا جاتا ہے، ملک میں اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کے خلاف مذہبی منافرت روز افزوں ہے، ٹویٹر اور فیس بک پر اسلام کے خلاف اتنا زیادہ زہر اگلا جاتا ہے کہ ایک رپورٹ کے مطابق "عالمی سطح پر 55.12% مسلم مخالف نفرت انگیز ٹویٹس ہندوستان سے آتے ہیں"۔

آخر اس ملک کے اکثریتی طبقہ کس سمت جارہا ہے؟ کہ اب جرم کو مذہبی نقطہء نظر سے دیکھا جاتا ہے، اگر کوئی مسلم ہو تو قانون کی پاسداری کا خیال آتا ہے، ہندو ہو تو جے شری رام کے نعرے سے ڈھک دیا جاتا ہے، ہر پارٹی دھرم کی سیاست کرنے میں لگی ہوئی ہے، ترقیاتی منصوبوں پر بات چیت نہیں ہوتی، تعلیم کو اصل مدعا نہیں بننے دیا جاتا، بلکہ عمومی طور پر یہ گونج سنائی پڑتی ہے کہ "بھارت کو ہندو راشٹر بنانا ہے" "مسلمانوں کی گھر واپسی کرنی ہے" ان دنوں ہندوؤں کے مذہبی گرو دھیریندر کرشنا شاستری خاصے چرچے میں ہیں، جو آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، اور حکومت کی پشت پناہی حاصل ہونے کی وجہ سے کھلم کھلا جمہوریت کو داغدار کرنے والی باتیں کرتے رہتے ہیں، حالانکہ ان کے آشرم سے اکیس لوگوں کے غائب ہونے کی خبر آرہی ہے، باوجود اس کے حکومت کی کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی ہے، بہار کی پر بہار فضا کو مکدر کرنے کے لئے گذشتہ دنوں دھیریندر شاستری کی سبھا بہار میں لگی، جہاں انہوں نے کھلم کھلا بھارت کو ہندو راشٹ بنانے کی بات کی، اسی طرح بہار کے بدنام زمانہ بی جے پی لیڈر گری راج سنگھ نے بھڑکاؤ بیان دیتے ہوئے کہا: کہ ''ستر سال پہلے ہمارے آباء واجداد سے جو بھول ہوئی ہے، اس کا خمیازہ آج کی نسل بھگت رہی ہے، پوری مسلم کمیونٹی اگر پاکستان چلی گئی ہوتی تو آج بھارت میں نہ کوئی ذاکر میاں، نہ کوئی اویسی نہ مدنی پیدا ہوتا۔'' بقول کلیم عاجز

مے میں کوئی خامی ہے نہ ساغر میں کوئی کھوٹ
پینا نہیں آئے ہے تو چھلکائے چلو ہو
ہم کچھ نہیں کہتے ہیں کوئی کچھ نہیں کہتا
کیا ہو تمہیں سب سے کہلوائے چلو ہو

دراصل 2024 کا الیکشن مذہبی بنیادوں پر لڑنے کے لئے ابھی سے راہ ہموار کی جارہی ہے، اور ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں ہے کہ انہوں نے نو سال میں ملک کی ابتری کو ہی بڑھایا ہے، اور معاشی بدحالی سے دوچار کیا ہے، بھکمری میں اضافہ ہوا ہے، بے روزگاری حد سے زیادہ ہوگئی ہے، قیمتیں آسمان چھو رہی ہیں،

لیکن اس بار مذہبی تقاریر، جذباتی باتیں عوام کو گمراہ نہیں کرسکتی، نفرت کی باتیں ووٹ کا سبب نہیں بن سکتی، حالیہ کرناٹکا الیکشن اس تناظر میں بہترین مثال ہے، اور خوش آئند مستقبل کی گونج ہے کہ مذہب کی راہ سے حکومت کی کرسی حاصل کرنا آسان نہیں۔

اس سلسلے میں سعادت حسن منٹو کی بات بڑی سچی لگ رہی ہے کہ "لیڈر جب آنسو بہا کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ مذہب خطرے میں ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مذہب ایسی چیز ہی نہیں کہ خطرے میں پڑ سکے، اگر کسی بات کا خطرہ ہے تو وہ لیڈروں کا ہے جو اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے مذہب کو خطرے میں ڈالتے ہیں"۔

Scanned with CamScanner

اسلام کا ذوقِ علم اور نئی نسل کی بے ذوقی کا جائزہ

مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی

یہ خیال عام اور شاید بجا ہے کہ آج یوروپ وامریکہ کی تمام تر علمی وتحقیقی اور سائنسی ترقیات وایجادات کا دارو مدار ان بیش بہا کتابوں پر ہے، جو اسلامی خلافت کے دَور کے مسلم دانشوروں، علماء اور فلاسفہ کے رشحاتِ قلم کا ثمرہ ہیں، جن کے بارے میں شاعر علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
انھیں دیکھا جو یوروپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

جب مسلمانوں کے فکری وتمدنی زوال کا آغاز ہو رہا تھا اور مسلم نوجوان طبقہ اپنے اسلام کی روایات سے بغاوت کرتے ہوئے قلم وقرطاس اور سیف وسنان کے بجائے طاؤس ورباب اور دف وچنگ اپنے ہاتھوں میں اٹھا رہا تھا، یوروپ اپنی صدیوں طویل نیند سے بیدار ہو رہا تھا، جہالت کی تاریکی میں نور وعلم ایک نئی صبح کی دستک یوروپ کے دروازے پر دے رہا تھا، اہل یوروپ ذہنی وفکری طور پر بیدار ہو کر اس نئی صبح کا استقبال کر رہے تھے اور مسلم دانشوروں کے علمی وتحقیقی موتیوں سے اپنے گھروں کو سجانے میں مشغول تھے، انہوں نے کامیابی کا راز پالیا تھا، جو علوم وفنون کی تہوں میں پنہاں تھا، ضرورت تھی کہ ایک عزم جدید کے ساتھ اسلامی علوم وفنون کے سمندروں میں غوطہ لگایا جائے اور قرونِ اولیٰ اور مابعد کی صدیوں کے مجاہدین اسلام، علمائے دین کی بے مثال فتوحات اور کامیابیوں کا راز جانا جائے، تاکہ انہیں رازوں کے ذریعہ یوروپ کی کامیابی کا زرّیں دَور شروع ہوا اور ایسا اسی وقت ممکن تھا جب کہ اسلامی کتب کو مرجع اور ذریعہ بنائیں۔

انہیں احساسات کے ساتھ یوروپ کے دانشوروں نے سنجیدگی کے ساتھ کتابوں سے رشتہ جوڑ لیا اور تحقیقات و تجربات کے علمی میدان میں کود پڑے، ان کے پاس مواد کی قلت نہ تھی، کیوں کہ مسلمانوں نے ہر موضوع پر سیر حاصل بحث اور ضرورت سے زیادہ کام کیا تھا، بلکہ مسلمانوں نے ایک ہمہ گیر علمی وتمدنی انقلاب برپا کیا تھا، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، بغداد واندلس اسلامی دَور کے علمی مراکز تھے، جہاں دنیا بھر کے اہل علم اور اربابِ فکر اصحابِ قلم جمع ہو گئے تھے، ایک طرف یونان وایران اور ہندوستان کے قدیم بلکہ مردہ فنون کو نئی زندگی اور نیا قالب دیا جا رہا تھا تو دوسری جانب قرآن وحدیث کو منبع و ماخذ بنا کر نئے نئے فنون وعلوم ایجاد ہو رہے تھے، جب کہ اسلامیات کے موضوع پر تحقیقات وتصنیفات کا ایک کارواں محوِ سفر تھا۔

اسی طرح سیکڑوں فن ایجاد ہو گئے، لاکھوں کتابیں لکھی گئیں، چوں کہ خلفاء وسلاطین کی کامل سرپرستی عوام و خواص کی بھرپور دلچسپی حاصل تھی، اس لیے علم اور علماء کی قدر ومنزلت نے ایک عالم گیر علمی فضا قائم کر دی تھی، خلفاء، وزراء اور سلاطین وامراء خود کتابوں کے شوقین، مطالعہ کے دلدادہ اور علوم وفنون کے قدرداں اور علماء نواز ہوتے تھے، تاریخ میں بعض ایسے حیرت انگیز واقعات بھی ملتے ہیں جو بادشاہوں اور وزراء کی علم پروری اور بے پناہ علمی لیاقت کا ثبوت دیتے ہیں۔

نظام الملک خواجہ حسن طوسی جو سلطان الپ ارسلان کے وزیر اعظم تھے اور بغداد کے شہرۂ آفاق مدرسہ نظامیہ کے بانی وسرپرست اور منتظم اعلیٰ تھے، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب سفر میں ہوتے تھے تو اپنا کتب خانہ ساتھ لے کر چلتے تھے، جو چالیس اونٹوں پر مشتمل ہوتا تھا اور یہ کتابیں ایک ترتیب سے موضوع وفن کے اعتبار سے اونٹوں پر رکھی جاتی تھیں، یہ تمام اونٹ ایک خاص نمبر اور ترتیب سے چلتے تھے، ہر ایک کے ساتھ اس کا نگراں اور لائبریرین ہوتا تھا، جب کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی، اس کے فن، موضوع اور نمبر کے اعتبار سے چند منٹ میں نکال کر نظام الملک طوسی کو دی جاتی تھی۔ مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید کی علم دوستی اور علماء نوازی سے ہر فرد واقف ہے، وہ اپنی تمام تر انتظامی ودفاعی سرگرمیوں اور مصروفیات کے باوجود اہل علم کی مجالس منعقد کرتا تھا اور علمی وادبی نکات پر بحث کرتا تھا، ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے ذوقِ علم وادب کا شہرہ بھی کچھ کم نہیں، یہی حال مصر وحلب اور عراق وایران کے بادشاہوں کا تھا اور **الناس علیٰ دین ملوکھم** (یعنی لوگ اپنے حکمرانوں کے طریقے پر ہوتے ہیں) کے تحت ان تمام ادوار میں ہر طرف علوم و فنون کا غلغلہ تھا، جو اسلامی خلافت کے سقوط اور مسلمانوں کے انحطاط کے بعد غیروں میں ہونے لگا اور آج یہ صورتِ حال ہے کہ آرام وراحت اور عیش وعشرت کے تمام وسائل مسلمانوں کے متمول طبقہ اور حکمراں جماعت کے پاس ہیں اور ایجادات وتحقیقات کے تمام مراکز یوروپ وامریکہ کے پاس ہیں، سائنسی ایجادات کی مارکٹ عرب ممالک ہیں، اسی تبدیلی وتن آسانی پر علامہ اقبالؒ کو کہنا پڑا۔

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

ہمارے نابغۂ روزگار اور اکابر نے علوم وفنون کے گنج ہائے گراں مایہ بڑی جانفشانی، اولوالعزمی اور جد وجہد سے جمع کیے تھے، سمندروں کو کھنگالا تھا، پہاڑوں کو سر کیا تھا، وادیوں کو طے کیا تھا، جنگلات سے گزرے تھے، صحراؤں کو پار کیا تھا اور اپنی زندگی کے قیمتی ماہ وسال کو علوم وفنون کی جستجو میں صرف کرنے کے بعد علوم وفنون کے موتی جمع کیے تھے، جن کو ان کی غیر ذمہ دار نسل نے یوروپ اور امریکہ کے حوالے کر کے طرب ونشاط اور رقص وسرور کے اسباب حاصل کیے۔ جب ہم اپنے اسلاف کی تاریخ پڑھتے ہیں اور ان کے ذوقِ علم اور تحصیلِ فن کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ واقعی وہ تاریخ ساز عہد آفریں شخصیات کے حامل تھے۔

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں حکیم ابوعلی سینا کے بارے میں لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں قرآن کریم اور ادب میں کمال پیدا کر لیا تھا اور اصول دین کے ساتھ ساتھ حساب، الجبرا، ریاضی اور اُقلیدس کے تمام ضروری امور اور اصول یاد کر لیے تھے، نیز امام اسماعیل الزاہد کے درس میں فقہ سیکھنے جاتے تھے، پھر ان سب سے فراغت کے بعد طبعیاتِ الٰہیات میں بھی درک پیدا کیا، جب یہ سب حاصل کر چکے تو علم طب کی طرف رغبت ہوئی تو اس فن کے علماء وفضلاء سے ملاقات کر کے استفادہ کرنے لگے، یہاں تک کہ فن طب کے امام بن گئے اور ابھی ان کی عمر سولہ سال کی تھی، حکیم ابوعلی سینا اپنے زمانے میں ہی فقید المثال تھے اور آج تک ان کا ثانی نہیں پیدا ہوا، ہر موضوع پر کتابیں لکھیں، اپنی طالبِ علم کے زمانہ میں کبھی رات بھر سوئے نہیں اور دن میں مطالعہ کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا، جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وضو کرتے اور جامع مسجد جاتے، نماز و دعا کے ذریعہ اس مسئلہ کو آسان کرنے کی ترکیب کرتے اور کامیاب ہوتے تھے۔

عظیم مسلم سائنسداں ابوریحان البیرونی علم ہندسہ، ہیئت، ریاضی اور فلکیات وطبعیات کے ماہر شمار ہوتے ہیں، ان علوم کے ساتھ تاریخ وادب، فقہ وتفسیر میں بھی ان کا مقام بلند ہے، ان کے بارے میں یاقوت حموی نے معجم میں لکھتا ہے کہ البیرونی اپنی شہرت اور جلالتِ شان کے باوجود ایک لمحہ ضائع نہیں کرتا تھا، اس کے ہاتھ میں ہر وقت قلم ہوتا تھا، نظر کتاب پر ہوتی اور وہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا، ہر وقت کسی نکتہ کی تلاش اور کسی گتھی کو سلجھانے کا خیال رہتا تھا، یہاں تک کہ نزع کی حالت میں بھی میراث کے موضوع پر نانی (ماں کی ماں) کے حصے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور فقیہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ سے اس پر بحث کر رہا تھا، ابوالحسن علی کہتے ہیں کہ میراث کے مسئلہ پر گفتگو کے بعد میں البیرونی کے پاس ہوتا ہوا راستہ میں ہی تھا کہ اس کی وفات کی خبر سنائی دی۔ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام ذہبیؒ نے اور ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں تاج الدین سبکیؒ نے امام ابوسعد سمعانیؒ کا عجیب وغریب حال لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیائے علم وفن کی سیاحت اور آسمان رشد وہدایت کے مہ وانجم کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے، 506ھ میں خراسان کے شہر مرو میں پیدا ہوئے، پورا خاندان علم وفن کا دلدادہ تھا، گویا ''این خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق تھا، ذوقِ علم ہمہ دم پابہ رکاب رکھتا تھا، طلبِ علم کے شوق میں برابر سفر کرتے تھے، نہ تکان محسوس کرتے تھے نہ اکتاہٹ کا شکار ہوتے اور نہ ہی کہیں سیرابی ہوتی تھی۔ ایک شیخ سے اکتساب کے بعد دوسرے کی تلاش میں روانہ ہو جاتے تھے، بیس سال تک علمی اسفار کرتے رہے، جو کچھ حاصل کرتے محفوظ کر لیتے، جہاں جاتے، وہاں کے حالات اور شیوخ کے حالات قلمبند کرتے، علماء اسلام نے ان کو محدثِ مشرق اور تاج الاسلام امام ابوسعد السمعانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مؤرخ ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام سمعانی کے اساتذہ کی تعداد سات ہزار ہے۔ امام ابوسعد سمعانی نے ایک سو سے زائد شہروں کا سفر کیا اور 168 اہم ترین کتابیں تصنیف کیں، جو علومِ حدیث، اسماء الرجال، تاریخ، جغرافیہ، اصول، فقہ، تفسیر، اخلاق، انساب اور ادب جیسے موضوع پر ہیں، بغداد، خراسان، سمرقند، بخاریٰ، تاشقند، بلخ، شام، حجاز مقدس کے تمام معروف شہروں پر محیط ہیں اور معجم البلدان، معجم الشیوخ، مقام العلماء بین یدی الامراء، الانساب، الامالی ان کی مشہور ترین کتابیں۔ 620ھ میں وفات پائی اور مصادرِ کتب کا قیمتی سرمایہ چھوڑ گئے۔

طویل ترین علمی سفروں اور کتابوں کی دنیا میں سیر کرنے میں مؤرخ ابن نجار البغدادی بھی آفاقی شہرت رکھتے ہیں۔ 578ھ میں پیدا ہوئے اور 643ھ میں وفات پائی۔ ستائیس سال تک طلبِ علم میں سفر کرتے رہے۔ ان کے اساتذہ کی تعداد تین ہزار بتائی جاتی ہے۔ مشرق ومغرب کے تمام مشہور علاقوں اور شہروں کا سفر کیا اور معروف ائمہ ومحدثین نے کسبِ فیض کیا، ہر فن مولیٰ عالم تھے، تفسیر وحدیث، تاریخ، ادب، سیر ہر موضوع پر لکھا ہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں کتاب العوالی، کتاب المعجم، کتاب الکمال فی الرجال، کتاب کنز الایمان فی السنن والاحکام، کتابِ انساب المحدثین الاباء والبلدان، کتاب عیون الفوائد اور مناقب الشافعی وغیرہ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ جلد پانچ میں ان کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

اسلاف کی چند کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے یوروپ نے استفادہ کیا۔ (۱) ابوریحان البیرونی نے ایک سو چودہ کتابیں لکھی ہیں، اس کی سب سے مشہور کتاب ''الآثار الباقیۃ'' ہے۔ اس نے علم ہیئت، فلکیات، جغرافیہ، ارضیات، طبعیات اور ریاضی پر بارہ اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں اکثر یوروپ میں دستیاب ہیں۔ ریاضی کے موضوع پر اس کی کتاب آج بھی تحقیق کا موضوع ہے۔ (۲) ابن رشد کی ''الکلیات'' نادر کتاب ہے، جو علمِ طب میں بے مثال شمار کی جاتی ہے، جدید میڈیکل سائنسدانوں کی بحث وتحقیق کا محور بنی ہے اور صرف یوروپ میں ملتی ہے، اس نے علم ہیئت پر بھی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ سب مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (۳) ابوالقاسم الزہراوی اندلسی نے سرجری کے فن پر نہ صرف کتابیں لکھی ہیں، بلکہ دفاع کے آپریشن میں کمال رکھتا تھا، اس کی ''التصریف'' میڈیکل سائنس پر ایک تازہ کتاب ہے۔ یوروپ میں داخل نصاب تھی۔ جسمانی امراض پر جامع مانی جاتی ہے۔ (۴) ابوبکر محمد الرازی کی ''کتاب الاسرار'' فن طب پر سب سے جامع اور مکمل تصور کی جاتی ہے، کیمسٹری کو نئے انقلابی دَور میں داخل کرنے میں اس کتاب کا زبردست کردار ہے، یوروپ کی یونیورسٹیوں میں داخل نصاب ہے، جب کہ اسلامی ممالک میں اس کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ (۵) ابن البیطار نباتات کا مستند ماہر تھا، جڑی بوٹیوں کے خواص اور ان سے علاج کے موضوع پر اس کی لاثانی کتاب ''الجامع فی الادویۃ المفردۃ'' آج تک اپنا بلند مرتبہ قائم رکھے ہوئے ہے اور یوروپ میں ایک مصدر وماخذ کا درجہ رکھتی ہے، جب کہ مسلمانوں کا نیا طبقہ اس سے بہت حد تک ناواقف ہے۔ (٦) علامہ طبری کی فن طب کے موضوع پر ضخیم ترین کتاب ایک میڈیکل انسائیکلوپیڈیا شمار ہوتی ہے، ساٹھ جلدوں میں اور تین سو ساٹھ ابواب والی اس کتاب میں انسانی جسم کے ہر ہر عضو کے امراض اور ان کے علاج پر مدلل تحقیقی بحث کی گئی ہے، یورپین دانشوروں کا ایک مستند معیاری ماخذ بنی ہے۔ (۷) ابن الہیثم کی ''کتاب المناظر'' فلکیات کے موضوع پر انتہائی اہم تصنیف ہے، جو اس کی اٹھارہ سالہ مسلسل تحقیق ومطالعہ کا نچوڑ ہے، اس نے اپنی اس کتاب میں روشنی کو توانائی کا مرکز قرار دیا ہے اور یوروپ کی ایٹمی توانائی میں ترقی کا دارومدار اس کتاب پر بہت زیادہ ہے۔ (۸) ابوموسیٰ جابر بن حیان کیمسٹری کا بانی وموجد کہلاتا ہے، اس کی کتاب ''المیز ان'' آج بھی یوروپ میں کیمسٹری کا سب سے مستند مرجع ہے۔ (۹) فارابی نے آواز پر جو تحقیقات کی تھیں اور کتابیں لکھی تھیں، یورپین سائنسدانوں نے اسی کو بنیاد بنا کر دنیا میں انقلاب برپا کر دیا اور ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، موبائل اور دوسرے اہم آلات ایجاد کئے ہیں۔

ان کے علاوہ نہ جانے کتنی اہم ترین کتابیں مخطوطات کی شکل میں آج بھی یوروپ کے اہم کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور یورپین سائنسدانوں اور دانشوران سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ان تذکروں کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی کوئی ایسا علمی وفنی کارنامہ انجام دیں جن سے عالم انسانیت کو روشنی ملے۔

Scanned with CamScanner

کانگریس کے لئے ابھی چیلنجز بہت ہیں

عبید اللہ ناصر

ہماچل پردیش کے بعد کرناٹک اسمبلی الیکشن میں کانگریس کی شاندار کامیابی کے بعد اس کی مقبولیت کا گراف ایک دم سے اوپر چلا گیا ہے۔ کانگریس مکت بھارت کی مہم چلانے والوں کے لیے اب ایک کے بعد ایک اپنی ریاستی حکومتیں بچا پانا مشکل ہو رہا ہے۔ ویسے بھی اگر سابقہ اسمبلی انتخابات کا ایماندارانہ تجزیہ کیا جائے تو بی جے پی کئی ریاستوں کا الیکشن ہار چکی ہے، کئی جگہ اسے مکمل اکثریت نہیں ملی اور بہت سی جگہ اس نے خرید و فروخت سے اپنی حکومت بنالی لیکن اب وقت کا پہیہ الٹا گھومنے لگا ہے۔ مودی جی ہی اس کے اسٹار پرچارک ہیں، گرام سبھا سے لے کر لوک سبھا تک کا الیکشن انہی کے چہرہ پر لڑا جاتا ہے اور ان کے پاس مذہبی منافرت پھیلانے اور کانگریس کو کوسنے کے علاوہ اور کوئی موضوع نہیں ہوتا اور فطری طور سے عوام اب اس سے اوبنے لگے ہیں۔ ہماچل پردیش جہاں کی 98 فیصد آبادی ہندو ہے، وہاں بی جے پی کو اپنی حکومت گنوانی پڑی اور کرناٹک جہاں محض 12 فیصد مسلمان ہیں، وہاں اس کا بجرنگ دل جیسی لمپٹوں کے گینگ کو بجرنگ بلی کے مساوی کھڑا کرنا بھلے ہی الیکشن کمیشن کو برا نہ لگا ہو لیکن بجرنگ بلی کو برا لگ گیا اور انہوں نے اپنا نام بدنام کرنے والوں کو ایسی شکست دی کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ ہماچل اور کرناٹک دونوں ریاستوں کے الیکشن میں سب سے اہم بات یہ بھی رہی کہ دونوں جگہ سابقہ کے برخلاف انتخابی ایجنڈا کانگریس نے طے کیا اور بی جے پی کے جھانسہ میں نہیں آئی۔ گرانی، بے روزگاری، بدعنوانی اور سماجی منافرت سے بیزار عوام کے سامنے جب کانگریس نے ان کی مشکلات کو اجاگر کیا اور انہیں حل کرنے کی یقین دہانی کرائی تو عوام کو بادصرصر میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا محسوس ہوا اور وہ اس شجر سایہ دار کی پناہ میں آ گئے۔ دونوں ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ نے بھی عوام سے کیے گئے وعدوں کو ایمانداری سے پورا کرنے کی کارروائی شروع کی تو دوسری ریاستوں کے عوام کا بھی کانگریس پر اعتماد بڑھا اور سیاسی مبصرین و تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ میں کانگریس کی کامیابی یقینی ہے جبکہ راجستھان اور تلنگانہ میں وہ سخت مقابلہ کرے گی اور نتیجوں کی پیش گوئی قبل از وقت ہوگی لیکن کانگریس کے اندرونی سروے کے مطابق وہ ان دونوں ریاستوں میں بھی کامیاب ہو سکتی ہے کیونکہ راجستھان میں کانگریس ہی نہیں بی جے پی میں بھی آپسی چپقلش ہے اور تلنگانہ میں بی جے پی جتنی مضبوطی سے لڑے گی، کانگریس کو اتنا ہی فائدہ ہوگا۔

اسمبلی الیکشن میں کانگریس کی اس کامیابی کا اثر اگلے سال ہونے والے پارلیمانی الیکشن پر بھی پڑے گا اور جو علاقائی پارٹیاں ابھی تک کانگریس کو درخور اعتنا بھی نہیں سمجھتی تھیں، اب اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی ہیں۔ کرناٹک کی نئی حکومت کی تقریب حلف برداری میں پارٹی نے اپنے حلیف وزرائے اعلیٰ اور پارٹی کے لیڈروں کو مدعو کیا لیکن تلنگانہ کے وزیر اعلیٰ کے چندر شیکھر راؤ، دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال اور کیرالہ کے وزیر اعلیٰ، بی ایس پی سپریمو مایاوتی کو نہیں مدعو کیا حالانکہ کمیونسٹ لیڈر سیتارام یچوری، ڈی راجہ اور اتل کمار انجان کو مدعو کیا گیا تھا۔ بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے تقریب میں شرکت نہیں کی جبکہ اپنی ایک خاندانی بزرگ کی اچانک رحلت کی وجہ سے اکھلیش یادو اس تقریب میں شریک نہیں ہو سکے۔ لوک دل کے لیڈر جینت چودھری بھی تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ سیاسی مبصرین کرناٹک کے اس جم گھٹ کو آئندہ پارلیمانی الیکشن میں حزب اختلاف کی صف بندی کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ بی جے پی کی لیڈرشپ اور اس کا حامی میڈیا بھلے ہی کوئی بھی دعویٰ کرے حقیقت یہ ہے کہ بی جے پی اس گٹھ جوڑ اور اپنے انتخابی موضوع یعنی مذہب کے نام پر منافرت پھیلا کر چناؤ جیتنے کے ہتھیار کے کند ہو جانے سے پریشان ہے کیونکہ عوامی مسائل پر کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں وہ نہیں ہے، اب اس کا ہر دعویٰ خود اس کے لیے ہی گلے کی ہڈی بن جاتا ہے۔

لیکن کانگریس کے لیے ابھی سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہندی پٹی خاص کر اتر پردیش، بہار نیز بنگال میں وہ بہت کمزور ہے۔ یہی حال تلنگانہ اور آندھرا پردیش کا ہے، تمل ناڈو میں ضرور اسے قابل اعتماد حلیف ملا ہوا ہے، اس لیے اسے وہاں زیادہ دردسر نہیں ہے۔ دوسرے علاقائی پارٹیاں چونکہ کانگریس مخالفت پر ہی وجود میں آئی ہیں اور اسی کے سابقہ ووٹ بینک پر ان کے وجود کا انحصار ہے، اس لیے کیا وہ کانگریس کو مضبوط ہوتا دیکھ سکیں گی؟ دوسری جانب یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کانگریس کس حد تک اور کتنی قربانی دے کر چناوی سمجھوتہ کرے گی، خاص کر ان حالات میں جب وہ جانتی ہے کہ پارلیمانی الیکشن میں بی جے پی سے سیدھا مقابلہ ہونا ہے اور علاقائی پارٹیاں اس کی طرف یا بی جے پی کی طرف جانے کو مجبور ہوں گی۔ عوام بھی مرکز میں سرکار بنانے کی حیثیت رکھنے والی انہی دو پارٹیوں میں سے کسی ایک کی طرف جائیں گے اور علاقائی پارٹیاں محض کسی کی حلیف ہی ہو سکیں گی، اس لیے کانگریس اپنا یہ ابھرتا ہوا ووٹ بینک کیسے کھو جانے دے گی، ایسے تمام موضوعات، مسائل اور سوال اپوزیشن کے اتحاد میں سامنے آئیں گے اور ان کے تشفی بخش حل پر ہی سمجھوتہ ممکن ہو سکے گا۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ چناؤ سے قبل جو اتحاد بنے، وہ الیکشن کے بعد بھی برقرار رہ سکے گا یا نہیں اور کچھ دن بعد حکومت سازی میں کون کدھر جائے گا، یہ یقینی طور سے نہیں کہا جا سکتا، علاقائی پارٹیوں کے سامنے ایک مسئلہ مسلم ووٹوں کا ہے اس لیے کہ چاہے اکھلیش یادو اور مایاوتی ہوں، چاہے ممتا بنرجی یا چندر شیکھر راؤ ہوں، ان سب کے وجود کا انحصار ان کے اپنی ذاتوں کے ووٹوں سے زیادہ مسلم ووٹوں پر ہے۔ کرناٹک میں جنتا دل ایس کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا ہے کیونکہ 90 فیصد مسلم ووٹروں نے کانگریس کو ووٹ دیا، کوئی بھی علاقائی پارٹی جنتا دل ایس جیسی درگت نہیں چاہے گی۔ ادھر سیاسی مبصرین، تجزیہ نگاروں اور عوامی خیال یہی ہے کہ پارلیمانی الیکشن میں مسلم ووٹ تھوک بھاؤ میں کانگریس کی طرف جائے گا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ علاقائی پارٹیاں خود حکومت بنا نہیں سکتی ہیں اور حکومت سازی میں کسی نہ کسی بہانہ اگر بی جے پی کی طرف چلی گئیں تو بی جے پی پھر حکومت بنا لے گی۔ لیکن کانگریس کے لیے بھی مسلمانوں کے علاوہ دوسری ذاتوں کو اپنی طرف لانا بھی مشکل کام ہے حالانکہ اس نے سوشل انجینئرنگ کی طرف توجہ دی ہے اور سماجی انصاف کو اپنا انتخابی موضوع ہی نہیں بنایا بلکہ اپنے اپنے چار میں سے تین وزرائے اعلیٰ پسماندہ طبقوں میں سے بنا کر اس جانب ایک اچھا پیغام دیا ہے، دوسرے ایک دلت ملکارجن کھڑگے اس کے قومی صدر ہیں۔ اس طرح کانگریس دلتوں، پسماندہ طبقوں اور اقلیتوں پر مشتمل ایک اندردھنکی اتحاد بنانے میں لگی ہے۔ اپنی اس کوشش میں وہ کتنا کامیاب ہوتی ہے، یہ پارلیمانی چناؤ کے نتیجوں سے ہی پتہ چلے گا لیکن آغاز اچھا ہو تو اچھے انجام کی امید تو کی ہی جا سکتی ہے۔

یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ نریندر مودی آج بھی ایک مقبول لیڈر ہیں اور پارلیمانی الیکشن میں ان کے سامنے اپوزیشن کا چہرہ کون ہوگا، یہ ایک بڑا سوال ہے۔ بھارت جوڑو یاترا کے بعد راہل گاندھی بہت قدآور نیتا بن کر ابھرے ہیں جو مودی کو زبردست چیلنج دے سکتے ہیں، بی جے پی شروع سے ہی انہیں اپنا سب سے بڑا اور طاقتور حریف سمجھتی رہی ہے اور ان کی کردار کشی میں، انہیں نااہل، غیر سنجیدہ ثابت کرنے میں کھربوں روپیہ بہا دیا لیکن راہل گاندھی چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور بھارت جوڑو یاترا کے بعد تو لوگ بھی کہنے لگے کہ راہل اب پپو نہیں پاپا بن گئے ہیں۔ آر ایس ایس کا تھنک ٹینک خطرہ کو بھانپ گیا اور راہل کو ریس سے الگ کرنے کی سازش شروع کر دی، وہ جس طرح مقدموں میں پھنسے ہیں اور عدالتوں کا جو رویہ ہے، اس کے دیکھتے ہوئے ہم جیسے بہت سے لوگ یہ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ شاید پارلیمانی انتخاب تک راہل کو گجرات ہائی کورٹ میں ہی الجھائے رکھا جائے گا۔ دوسری ریاستوں میں بھی ان پر مقدمے ہیں، وہاں سے بھی انہیں سزا ہو سکتی ہے تاکہ وہ الیکشن ہی نہ لڑ سکیں، اس طرح مودی کے سامنے سب سے بڑا چیلنج ختم ہو جائے گا لیکن اس کہانی کا دوسرا رخ بھی ہے۔ اگر کانگریس نے ملکارجن کھڑگے کو آگے کر دیا تو کہانی بالکل پلٹ جائے گی، ملک کے 22 فیصد دلتوں کو آزادی کے بعد پہلی بار اپنی برادری کے کسی شخص کو وزیر اعظم بنانے کا موقع ملے گا جو مسلمانوں کے ساتھ مل کر ملک کی سیاست کو ہی زیر و زبر کر دے گا۔ فطری طور سے پسماندہ طبقوں کی بھی ہمدردی اور اپنا پن کھڑگے جی کے ساتھ ہوگا اور دلتوں سمیت اپنے بڑے ووٹ بینک کو ناراض کرنے کا جوکھم کوئی علاقائی لیڈر بھی نہیں اٹھائے گا، ان کو عمومی قبولیت مل جائے گی دیگر سبھی ناموں پر علاقائی لیڈران اپنے اپنے دعوے اور اعتراض پیش کر سکتے ہیں۔ یہ الیکشن کا سال ہے اور پورا سال اسی سوچ اور تجزیہ میں گزرے گا کہ سیاسی اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

معاملات سے ابہام دور کیجیے!

اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری دین ہے، جس پر ایمان لانا تاقیامت آنے والی تمام اقوامِ عالم کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، اسلام ایک جامع دین ہے جو عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، غرض انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق انہیں صحیح و مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے، ذکر کیے گئے اُمور میں سے چند ایک پر عمل کر کے دیگر میں شرعی تعلیمات کو نظر انداز کرنا اسلامی رو سے نقصان فی الدین ہے، کامل دین دار شخص وہی ہے جو عقائد سے لے کر معاملات تک تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر لاگو کرتا ہو، تب ہی وہ اپنے مقصدِ تخلیق یعنی رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے کی سعادت کا مستحق ٹھہرے گا۔

معاملاتِ انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہیں، ہر انسان کو روزانہ متعدد لوگوں سے معاملات کرنا ہوتے ہیں، کیونکہ انسان اپنی تمام ضروریات خود پورا کرنے پر قادر نہیں ہے، انسانوں میں من جانب اللہ ذمہ داریاں تقسیم کر دی گئی ہیں، ہر شخص کسی نہ کسی انسان کی کوئی نہ کوئی ضرورت مہیا کرنے کی خدمت میں لگا ہوا ہے، انسانی زندگی کے چوبیس گھنٹوں میں روزانہ اُسے سینکڑوں معاملات کرنے ہوتے ہیں، اس لیے اپنی پوری زندگی اللہ کی رضا میں گزارنے کا محض یہی طریقہ ہے کہ عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات میں بھی شرعی تعلیمات کی پابندی کی جائے۔

معاملات کے متعلق اسلامی تعلیمات کا باب طویل ہے، ان میں سے ایک اہم بنیادی اُصول یہ ہے کہ معاملہ کرتے ہوئے اُس میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہنے دیا جائے۔ معاملہ کی تمام شقیں صاف واضح، متعین ہو جانا ضروری ہیں، معاملات میں ابہام نہ صرف یہ کہ بعد میں نزاع اور لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے، بلکہ گناہ بھی ہے (ماخوذ)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲۳/۸۷/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری، کھگڑیا)

تنوجہ پروین بنت محمد اظہار، مقام وڈاکخانہ رسونک، تھانہ مورکاہی، ضلع کھگڑیا۔ فریق اول

بنام

مدثر ولد محمد مظہر، ممبرہ نزد اشرفیہ مسجد، ضلع تھانہ، ممبئی، مہاراشٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں منجانب فریق اول آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری، ضلع کھگڑیا میں عدم ادائے نفقہ و ترک زوجہ کا دعویٰ کر کے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری، ضلع کھگڑیا کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/جون ۲۰۲۳ء روز اتوار کو بوقت ۹ بجے دن آپ خود مع گواہان و ثبوت دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری، ضلع کھگڑیا میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

هفتۂ رفتہ

محمد اظہار

رہنما خطوط کے باوجود بینکوں میں کام کی سطح میں خامیاں

ریزروبینک آف انڈیا کے گورنر شکتی کانت داس نے کہا کہ رہنما خطوط کے باوجود آپریشنل سطح پر بینکوں میں خامیاں پائی گئی ہیں، بینکوں کے بورڈز کے ڈائریکٹرز سے خطاب کرتے ہوئے داس نے کہا کہ اس طرح کی کوتاہی کچھ حد تک عدم استحکام پیدا کرسکتی ہے، انہوں نے اکاؤنٹ کی سطح پر تناؤ کو چھپانے اور افراط زر کی مالی کارکردگی دکھانے کے لیے 'سمارٹ اکاؤنٹنگ' پر بھی تنقید کی، آر بی آئی کی طرف سے بلائی گئی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے داس نے کہا یہ تشویش کی بات ہے کہ کارپوریٹ گورننس سے متعلق رہنما خطوط کے باوجود ہمیں کچھ بینکوں میں اس سطح پر کچھ خامیاں ملی ہیں، اس سے بینکوں میں کسی حد تک عدم استحکام پیدا ہوسکتا ہے انہوں نے کہا کہ بینکوں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور انتظامیہ کو ایسی کوتاہی کی اجازت نہیں دینی چاہیے، ماضی میں یہ معاملہ انفرادی سطح پر بینکوں کے ساتھ اٹھایا جاتا رہا ہے، گورنر نے کہا کہ بینکوں میں اچھی حکمرانی سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے جس میں کل وقتی اور نان ایگزیکٹو یا پارٹ ٹائم ڈائریکٹرز کے ساتھ ساتھ بورڈ آف ڈائریکٹرز بھی شامل ہیں (نیوز رپورٹ)

شناختی کارڈ کے بغیر دو ہزار کے نوٹ بدلنے کو لے کر سپریم کورٹ میں چیلنج

بغیر کسی شناختی ثبوت کے 2000 روپے کے نوٹ تبدیل کرنے کے ریزروبینک کے حکم کو اب سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے۔ اس سے قبل دہلی ہائی کورٹ اس سلسلے میں عرضی کو خارج کر چکی ہے۔ دہلی ہائی کورٹ نے 29 مئی کو بغیر کسی شناختی ثبوت کے 2000 روپے کے نوٹ تبدیل کرنے کے ریزروبینک کی طرف سے پیش ہونے والے وکیل پراگ ترپاٹھی نے کہا کہ یہ عرضی قابل سماعت نہیں ہے اور جرمانے کے ساتھ درخواست کو خارج کردیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ نوٹ بندی نہیں ہے۔ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ عدالت کو معاشی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے، یہ عرضی بی جے پی لیڈر اور وکیل اشونی اپادھیائے نے دائر کی ہے۔ (روزنامہ تاثیر، یکم مئی 2023)

گیان واپی معاملے میں مسجد کمیٹی کی عرضی خارج

اترپردیش کے متھرا میں واقع تاریخی گیان واپی مسجد کے معاملے سے متعلق شرینگار گوری کیس میں الہ آباد ہائی کورٹ نے بدھ کو ایک بڑا فیصلہ سنایا جس میں عدالت عالیہ نے انجمن انتظامیہ مساجد کمیٹی کی اس عرضی کو خارج کردیا جس میں مسجد احاطہ کے اندر پوجا کرنے کے اختیار کا مطالبہ کرنے والی 5 ہندو خواتین کے مقدمے کی سماعت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ ہائی کورٹ نے وارانسی کورٹ کے 12 ستمبر 2022 کے فیصلے کو برقرار رکھا ہے۔ گیان واپی مسجد کے احاطہ میں شرینگار گوری کی مستقل پوجا کے اختیار کے معاملے میں دونوں فریقین کی طویل بحث کے بعد الہ آباد ہائی کورٹ نے 23 ستمبر 2022 کو فیصلہ محفوظ رکھ لیا تھا۔ یہ حکم جسٹس جے جے منیر نے انجمن انتظامیہ مساجد کمیٹی وارانسی کی جانب سے داخل نظر ثانی عرضی پر دیا تھا۔ راکھی سنگھ اور دیگر 9 خواتین نے پوجا کے اختیار کو لے کر وارانسی کی ضلع عدالت میں سول مقدمہ درج کرایا تھا۔ اس مقدمہ میں اپنا اعتراض خارج ہونے کے خلاف مسجد انتظامیہ کمیٹی نے ہائی کورٹ میں اپیل داخل کی تھی۔ مسلم فریق نے دلیل پیش کی کہ 1991 کے عبادت گاہ قانون اور 1995 کے سنٹرل وقف ایکٹ کے تحت سول مقدمہ قابل سماعت نہیں ہے، سول جج کے اسی فیصلے کو مسجد انتظامیہ کمیٹی نے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔ (ایجنسی)

دہلی میں 35 سالہ خاتون کا چاقو کے وار سے قتل

دہلی کے سول لائنز تھانے کے تحت مجنوکا ٹیلا علاقے میں ایک گھر سے 35 سالہ خاتون کی خون میں لت پت لاش برآمد ہوئی ہے، جاں بحق ہونے والی خاتون کی شناخت 35 سالہ رانی کے نام سے ہوئی ہے، یہ خاتون دہلی کے صفدر جنگ علاقے کی رہنے والی ہے، پولیس نے قتل کا مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی ہے، سپنا نامی خاتون نے صبح 7 بجے پولیس کو فون کیا اور واقعہ کی اطلاع دی، سپنا نے بتایا کہ کل رات ان کے گھر پر ایک پارٹی تھی جس میں ایک لڑکا اور دو مزید خواتین موجود تھیں، اس کے بعد کچھ جھگڑا ہوا اور پھر خاتون پر وار کیا گیا جس سے وہ جاں بحق ہوگئی، ملزمہ سپنا نے اپنا جرم قبول کرلیا ہے، ملزمان اور مقتول خواتین ایونٹ مینجمنٹ کمپنی کے تحت شادی کی تقریبات میں کام کرتے تھے، شمالی دہلی کے ڈی سی پی ساگر کلسی کے مطابق صبح 7 بجے اطلاع ملی کہ 35 سالہ رانی کی لاش مجنوکا ٹیلا علاقے میں ایک مکان کی چھت پر پڑی ہے، پولیس جب موقع پر پہنچی تو لاش کے پاس 36 سالہ سپنا نامی خاتون کھڑی تھی جس نے بتایا کہ لاش رانی کی ہے، لاش خون آلود تھی، پوچھ گچھ کے دوران سپنا نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا، پولیس کے مطابق سپنا اور رانی مجنوکا ٹیلا کے علاقے میں کرائے کے مکان میں رہتے ہیں، رانی گروگرام کے ایک بیوٹی پارلر میں کام کرتی ہیں جب کہ سپنا شادیوں میں ویٹر کا کام کرتی تھیں، سپنا طلاق یافتہ ہے اور ان کی ایک بیٹی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

کابینہ نے بہار میں شراب بندی قانون میں تبدیلی کو منظوری دی

بہار ریاستی کابینہ نے منگل کو بہار امتناعی اور آبکاری (ترمیمی) ایکٹ 2022 میں ترامیم کو منظوری دے دی، اس کے تحت اب متعلقہ حکام ریاست میں ممنوعہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ضبط کی گئی گاڑیوں کو عدالتی اتھارٹی سے مشاورت کے بعد ان کی بیمہ شدہ قیمت کا 10 فیصد یا 5 لاکھ روپے جرمانہ کے طور پر گاڑی کے مالک سے واپس کرسکتے ہیں، ترمیم شدہ شق کو ریاستی حکومت کے متعلقہ محکمہ جلد ہی مطلع کرے گا، اب تک ضبط شدہ گاڑی کے مالک کو عدالت سے اجازت کے بعد گاڑی کو چھوڑنے کے لیے بیمہ شدہ قیمت کا 50 فیصد ادا کرنا پڑتا تھا (نیوز رپورٹ)

افسر نے کہا اعظم خاں کے خلاف ایف آئی آر دباؤ میں لکھی گئی

نفرت انگیز تقریر کہ جس میں اعظم خان متقنہ گئے تھے اسی معاملے میں انہیں عدالت نے بری کردیا، خصوصی ایم پی ایم ایل اے سیشن عدالت نے 66 صفحات کے فیصلے میں انہیں بری کردیا ہے، اس فیصلہ کے بعد اعظم خان کے خلاف نفرت انگیز تقریر کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے والے افسر انیل کمار چوہان کا بیان سامنے آیا ہے، انہوں نے یہ بیان ٹرائل کورٹ میں جرح کے دوران ریکارڈ کرایا تھا، انیل کمار چوہان نے کہا کہ سی ڈی میں تقریر دیکھ کر اور سن کر مجھے لگا کے عوامی نمائندے کی تقریر سے لوگوں میں دشمنی پیدا ہورہی ہے، ہندو اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہورہی ہے، وہ لیڈروں اور عوامی نمائندوں کو گالی دینے والے ہیں، وہ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرنے جارہے ہیں، یہ سب میں نے ڈسٹرکٹ الیکشن آفیسر کے دباؤ پر لکھا تھا، سی ڈی کو دیکھنے کے بعد جو چیزیں سی ڈی میں تھیں ان کی بنیاد پر لکھا گیا، اس سلسلے میں اعظم خان کے وکیل ونود شرما نے بتایا کہ تھانہ میں ایک مقدمہ درج کیا گیا تھا جس کا نمبر 185/2019 اس کے مدعی انیل کمار چوہان تھے، یہ نفرت انگیز تقریر سے متعلق کیس تھا، اس میں ہمیں نچلی عدالت نے مجرم قرار دیا تھا، اور اب اپیل میں ہمیں بری کردیا گیا ہے، انہوں نے بتایا کہ انیل کمار چوہان پہلے مخبر تھے، ایف آئی آر انہوں نے ہی درج کرائی تھی

نشہ کی عادت، موت کو دعوت

منہ کے کینسر کی سب سے بڑی وجہ تمباکو کا استعمال ہے، بہار میں 80 فیصد لوگ تمباکو کا استعمال کرتے ہیں، جس میں کھینی، بیڑی، سگریٹ، گٹکا، گانجہ استعمال کیا جاتا ہے، اب سب سے حیران کن بات یہ ہورہی ہے کہ کچھ خاندان ایسے ہیں کہ پورا خاندان گنجا ہے، فاؤنڈیشن کے سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسکول اور کالج کے طلباء بھی تمباکو کا شکار ہورہے ہیں، فاؤنڈیشن کے بانی پریم جی نے کہا کہ تمباکو کی پیداوار اور استعمال پر مکمل پابندی لگانے کی ضرورت ہے، سماجی تنظیموں کا کردار اہم ہے، حکومت پابندیاں لگاتی ہے، اس سے صرف پولیس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ نشے سے نجات کے لئے عوامی تحریک چلانے کی ضرورت ہے، نشہ ہر قسم کے جرائم کی ماں ہے، آج کا نوجوان پہلے منشیات کو بطور فیشن استعمال کرنے لگتا ہے؛ لیکن بعد میں یہ عادت بن جاتی ہے، نشہ کی عادت موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اس لیے خاص کر نوجوانوں کو نشہ سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔

(روزنامہ تاثیر، یکم مئی 2023)

طب وصحت

کپڑوں پہ لگے داغ مٹائیں کیسے

شاعر نے صرف ایک چنری کے داغ پر خوبصورت گیت تخلیق کیا جس میں کلاسیکی گائیکی اور موسیقی کی بندش نے اسے مقبولیت بخش دی۔ اس سے ہٹ کر دیکھا جائے تو ہمیں آئے دن مختلف قسموں کے داغوں سے پالا پڑتا ہے۔ کپڑے نئے ہوں یا پرانے، اگر ان پر داغ لگ جائیں تو وہ اچھے نہیں لگتے۔ خاص طور پر چھوٹے بچوں والے گھروں میں یہ مسئلہ عام ہے۔ خاتون خانہ اب آپ پریشان نہ ہوں۔

ذیل میں ہم آپ کو ایسے ہی چند ضدی داغوں کو صاف کرنے کے طریقے بتارہے ہیں۔

تیل یا چکنائی کے داغ: پان والا چونا اور سفید چاک کا پاؤڈر ہم وزن لے کر گاڑھا پیسٹ بنالیں۔ برش کے ساتھ داغ پر موٹا موٹا لیپ کردیں اور سوکھنے پر دھولیں یا ٹیلکم پاؤڈر، میدہ یا آٹا ڈال کر تھوڑی دیر کپڑا رکھے رہنے دیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا کپڑا یا بٹر پیپر اسی داغ پر رکھ کر استری کرلیں۔ داغ پر براہ راست استری سے گریز کریں ورنہ داغ پکا ہوجائے گا۔

چائے کے داغ: چائے کے داغ پر نمک لگا کر فوراً دھولینا صحیح ہے مگر نمک جذب کرنے کا انتظار ضرور کیجئے۔ اگر ہوسکے تو فوراً سہاگہ مل دیں اور دس منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔

پین کی سیاہی کے داغ: پین کے داغ دور کرنے کے لئے اس پر ہیئر اسپرے کریں اس کے بعد دھولیں۔

مہندی کے داغ: پان والے چونے کا پیسٹ بنا کر مہندی کے داغ پر لگائیں اور جب سوکھ جائے تو برش سے رگڑ کر دھو لیں۔ کپڑے کا رنگ نہ خراب ہوتا ہو تو لیموں اور سرکہ میں تھوڑا سا پانی ملا کر داغ پر لگائیں اور تیز دھوپ میں کپڑا رکھیں۔ داغ مٹ جائے گا۔

پان کے داغ: پنساریوں کی دکان سے رنگ کاٹ لے کر اس سے داغ والی جگہ دھونے سے رنگ کٹ سکتا ہے مگر اس کی مقدار معمولی ہو تو بہتر ہے اور بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر لیموں کا رس ملا جائے تو داغ ہلکا ہوجائے گا۔ اگر کوئی ایسا کپڑا ہے جو آپ کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے تو پھر مرغی یا کبوتر کی بیٹ برش کی مدد سے لگا کر سکھانے کے بعد دھونے سے پان کا داغ فوراً غائب ہوسکتا ہے۔

کاسمیٹکس کے داغ: ایسے داغ گلیسرین سے صاف ہو سکتے ہیں۔ لپ اسٹک کے داغ ٹوتھ پیسٹ ملنے سے صاف ہوجاتے ہیں۔

رنگ کے داغ: دہی کی چھاچھ میں رنگ والا حصہ ڈبو دیں۔ تھوڑی دیر بعد دھولیں یا ایگزالک ایسڈ سے صاف کیا جاسکتا ہے۔

Volume:63/73,Issue:21 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

موت کی آخری ہچکی کو ذرا غور سے سن
ساری ہستی کا خلاصہ اسی آواز میں ہے
(نامعلوم)

نئی تعلیمی پالیسی: کارِ جہالت کے ساتھ فرقہ وارانہ مہم کا منظّم آغاز

صفدرا مام قادری

حکومتِ ہند، مرکزی محکمۂ تعلیم اور یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے مل کر مُلک کے تعلیمی نظام کی سا لمیت کو برباد کرنے کا گویا ٹھیکہ لے لیا ہے

کورونا وبا کی افراتفری کے بیچ میں شب خونی انداز سے نئی تعلیمی پالیسی کا حکومتِ ہند نے آغاز کیا تھا۔ صوبوں سے صلاح ومشورہ کے نام پر حکومتِ ہند کو یہ آسانی تھی کہ سیاسی اعتبار سے بھارتیہ جنتا پارٹی کے حلقے کے صوبے ہی زیادہ تھے، اس لیے اکثر ریاستوں نے ''آمنا وصدقنا'' کہا اور حکومت کا اُتاولا پن تو اس بات سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جب اسکول اور کالج، یونی ورسٹیاں بند تھیں، ہمارے بچے گھروں میں حیات وموت کی کش مکش کا المیہ ننگی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے، اس وقت حکومتِ ہند نے اس کے نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کئی طرح کی دشواریوں کے سبب میعاد بڑھانی پڑی اور آخر کار ۲۰۲۳ء کے سیشن سے اِسے نافذ کیا جا رہا ہے۔ اب کم وبیش پورے مُلک میں جولائی ۲۰۲۳ء سے چار سال کا بی۔اے۔ اور ایک سال کا ایم۔اے۔ کورس پڑھایا جائے گا۔ پچھلے کورسوں کے نام تبدیل کیے گئے ہیں اور جو نئے نام اور اُن کے پرچے متعین ہوئے ہیں ان کا جائزہ لیجیے تو نئے تعلیمی نظام کے معماروں کا ذہنی دیوالیہ پن بہت آسانی سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

کورونا کے دوران ہی اُس وقت کے وزیرِ تعلیم سے لے کر اب تک حکومتِ ہند کی ساری ایجنسیاں نئے نظامِ تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے میں مصروف ہیں۔ مگر یہ بھی سچائی ہے کہ یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں طلبہ اور اساتذہ دونوں میں یہ کش مکش برقرار ہے کہ اس نئے نظامِ تعلیم کی آخر ضرورت کیا تھی اور کس لیے اِسے بغیر کسی بحث ومباحثے کے نافذ کیا جا رہا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے تعلیمی نظام کے کار پردازوں کو بھی اس کا اندازہ ہے کہ وہ اِس نئی تعلیمی پالیسی کے بارے میں سماج تک معقول معلومات اور نئے نظام کی افادیت کے بارے میں اطلاعات پہنچانے میں ناکام رہے ہیں۔ اسی لیے گذشتہ روز یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے سربراہ جن پر جواہر لال نہرو یونی ورسٹی سے لے کر یو جی سی تک کو بھارتیہ جنتا پارٹی کے عین مطابق ڈھالنے کے الزامات عائد ہوئے، انھوں نے اپنے ایک پریس اعلانیہ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے اغراض و مقاصد کو طلبہ اور عوام تک ٹھیک سے نہیں پہنچایا جا سکا ہے اس لیے طلبہ میں اس کے لیے باضابطہ طور پر ایک مہم شروع کی جائے گی۔ یو جی سی نے ہندستان کی تمام یونی ورسٹیوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں کو ایک خاص مکتوب بھیجا ہے جس میں وائس چانسلروں، ڈائرکٹروں اور پرنسپلوں سے اپنے تعلیمی ادارے کے تین سب سے ہونہار طلبہ کے نام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ طالبِ علم کیسے ہوں، اس کی بھی صراحت ہے کہ وہ اپنی باتوں کو بہتر طریقے سے دوسروں کو سمجھا پانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ان میں سے یو جی سی تین سو طالبِ علموں کا انتخاب کرے گی اور پھر وہ نئی تعلیمی پالیسی کے محاذ پر اپنے اداروں میں حکومت کے برانڈ امبیسڈر کی طرح کام کریں گے اور اساتذہ اور طلبہ یا سرپرستوں کو نئی تعلیمی پالیسی کی خوبیوں کے بارے میں بتائیں گے۔

مستقبل کی دیوار پر لکھی عبارت کو جو مشاہدین پڑھ سکتے ہیں، انھیں معلوم ہے کہ یہ صرف تعلیمی پالیسی کے اغراض ومقاصد پھیلانے کی ذمہ داری اٹھائیں گے یا ان سے کچھ اور کام بھی لینے کا ارادہ ہے۔ مرکزی حکومت جس نقطۂ نظر سے کام کرتی ہے اسے سامنے رکھیے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ یہ باضابطہ طریقے سے اپنے پرچارک اور تربیت دہندہ پیدا کرنے کی مہم ہے۔ یو جی سی کو اگر صرف نظامِ تعلیم کی خصوصیات کو طلبہ تک لے جانے کی بات ہوتی تو اس کے پاس تو اُس کے ماتحت ادارے بڑی تعداد میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ براہِ راست تمام یونی ورسٹیوں اور کالجوں کو اس مہم کا حصہ بنا سکتی تھیں۔ سارے وائس چانسلر اور جو ذمہ دار افراد ہیں، ان کے ذریعہ یہ کام پہلے سے ہی کیا جا رہا ہے اور انھی کی کوششوں سے نیا نظامِ تعلیم عوام تک پہنچے گا۔ ایسے میں یہ منتخب فیلڈ ورکر (Field worker) یا کارسیوک تلاش کرنے کی کیوں کر ضرورت آن پڑی۔ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یونی ورسٹیوں کے سیکولر اور روادارانہ کردار پر دلی سے لے کر چھوٹے شہر تک قدغن لگانے کے لیے بھارتیہ جنتا پارٹی طرح طرح سے کوشاں رہی ہے۔ خاص طور سے اُس کی طلبہ تنظیم اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد بڑے پیمانے پر ریاستی اور مرکزی حکومتوں سے تال میل بٹھا کر یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے کیمپس میں نفرت آمیز ماحول بنانے میں کچھ کم کامیاب نہیں رہی۔ انھی مشکلات سے ابھی پورے ہندستان کے تعلیمی کیمپس جی جی کے مرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کورونا کے بعد بھی اب تک تعلیمی نظام اور کیمپس میں موجود جمہوری حقوق کی بازآوری میں کتنی رکاوٹیں اب تک موجود ہیں۔ سیکولر طلبہ اور کسی بھی سیاسی جماعت سے غیر منسلک طالبِ علم یونی ورسٹی یا کیمپس کی زندگی کی مختلف طرح کی رکاوٹوں کا شکوہ کرتے رہے ہیں۔

ایسی حالت میں یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کو پورے ملک میں اپنے مخصوص خیالات کی پیش کش کے لیے ہماری یونی ورسٹیوں سے صاف ذہن کے بچوں کو چن کر اور نہ جانے اُن میں کن کن گندے کارخانوں کی غلاظتیں شامل کر کے کچھ ایسا بنا دیا جائے گا کہ باضابطہ حکومت کے خرچ اور حکومت کے اِشارے پر وہ اپنے اپنے شہر اور اپنے اپنے کیمپس کو حسبِ اشارہ زہر آلود بنانے میں لگے رہیں گے۔ یو جی سی کو اگر صرف نئے نظامِ تعلیم کا پروپگنڈہ کرنا اور اس کی خصوصیات پر رائے ہم وار کرنا مقصد ہوتا تو اس کے لیے وہ کروڑوں کی تعداد میں کتابیں چھاپ کر ہر دروازے تک پہنچا دیتی اور لوگ اسے پڑھ کر اس بات کو سمجھ سکتے تھے کہ نئے نظامِ تعلیم میں کیا ہے۔ وزیرِ اعظمِ ہند کی بھارتیہ جنتا پارٹی کے پیغامات کو نئی نسل کے دماغ میں انڈیلنے کی ہمیشہ کوشش رہی۔ گذشتہ برس ۳۵ر برس سے کم عمر کے نئے مصنفین کی تلاش کے لیے ایک مہم چلائی گئی مگر معلوم ہوا کہ اس میں بھی انتخاب کا آخری حق پی ایم او (PMO) کے ذریعہ ہی استعمال کیا گیا۔ یعنی وزیرِ اعظم کو نئے ذہنوں کی تخلیقی اُڑان سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ کھلا مقصد یہ تھا کہ ان کے نقطۂ نظر اور ان کے اغراض ومقاصد کے تحت نئی نسل کتنے قدم آگے بڑھ سکتی ہے، اس کی جانچ پرکھ کیے بغیر آگے نہیں بڑھنا ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی کے تین سو برانڈ ایمبیسڈر حقیقت میں آر ایس ایس کے سوئم سیوک کی طرح کام کرنے کی تربیت پائیں گے اور ہماری یونی ورسٹیوں کا ماحول مزید زہر آلود کریں گے۔

نئے نظامِ تعلیم میں غیر ضروری چھیڑ چھاڑ سے جو مضحکہ انگیز صورتِ حال سامنے آ رہی ہے، اس کے بچاو میں حکومت کو اور اُس کی تعلیمی ایجنسیوں کو آگے آنا پڑ رہا ہے۔ مختلف صوبوں میں بی۔اے۔ کے امتحانات وقت پر نہیں ہو پاتے ہیں اور تعلیمی سال دیر سے چلنے کی عام اطلاعات ہیں۔ تین سال کے بی۔اے۔ میں اکثر و بیش تر صوبوں میں سالانہ امتحانات ہوتے ہیں۔ اب چار سال کے بی۔اے۔ میں آٹھ بار داخلہ، اور آٹھ بار انٹرنل اور فائنل امتحانات ہوں گے۔ یقیناً اس سے سیشن اور دیر سے چلیں گے اور خاص طور سے پس ماندہ صوبوں میں طلبہ کو مختلف طرح کی پریشانیوں سے رُوبہ رُو ہونا ہوگا۔ پہلے سمسٹر میں آنرس کے نام صرف ایک پرچہ ہوگا اور دوسرے سمسٹر بھی آنرس کا ایک پرچہ ہوگا۔ سبسڈیری جسے اب مائنر پیپر کہا جائے گا اس کے بھی ایک ایک پرچے شامل ہیں۔ مگر چار پرچے ایسے ہیں جنھیں اب تک پڑھانے کا کوئی نظم پورے ہندستان میں نہیں ہوا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اتنے عمومی پرچے بی۔اے۔ کی سطح پر کیوں پڑھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ کیا کسی بھی یونی ورسٹی میں ان پرچوں کے لیے نئے اساتذہ کا تقرر ہوا؟ آخر اُن نئے پرچوں کو پڑھائے گا کون؟ نیا نظامِ تعلیم نقلی انداز سے اِن تصورات کو پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ایک سال بی اے کرنے کے بعد بھی آپ کسی اور کام کے لیے اہل ہو سکتے ہیں۔ اُسی طرح دوسرے یا تیسرے سال بھی کسی اور کام کے لیے بھی آپ کی ڈگری کی قیمت قائم رہے گی مگر پرانے نظام سے جن نئی چیزوں کو شامل کر کے پورا پورا نیا سسٹم لانے کی کوشش کی گئی ہے، اس کی ضرورت اب تک سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اسی طرح ایم۔اے۔ کا ایک سال متعین کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کلاس روم تدریس کی یہ آخری منزل ہے۔ ایم۔اے۔ میں طالبِ علم اپنے موضوع کی مشکل علاقوں کی سیر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک کتاب پر مہینوں صرف ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ایک لفظ پر بحث کرتے کرتے استاد اور طالبِ علم کا گھنٹہ پورا ہو جاتا ہے۔ ایم۔اے۔ میں طلبہ اپنے مضمون کی آخری سرحدوں تک پہنچنے کی تیاری کرتے ہیں جس کے لیے لازمی طور پر دو سمسٹر یا ایک سال کا وقفہ بہت کم ہوگا۔ مگر افسوس کہ نیا نظامِ تعلیم صرف 'اپنی بادشاہت میں نیا سکہ چلا دینا' سے آگے کی کوئی بات نہیں۔ یہ باتیں ابھی بارِ خاطر رہیں کے این۔سی۔ای۔آر۔ٹی نے اپنی سطح سے اسکول کے نصاب سے ابواب کو ہٹا کر اور کاٹ چھانٹ کر کے اس مہم کا ایک باضابطہ سلسلہ پہلے سے ہی قایم کر رکھا ہے۔ اقبال کے لفظوں میں کہنا پڑتا ہے:

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner